Regd. No- LW/NP/63
MAR 2003
Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007
R.N.I. No- UP.URD/2001/6071
Vol.2, Issue No: 2

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۱۰/اپریل ۲۰۰۳ء

”ہر لمحہ سوچتے رہو کہ تم خدا سے کتنے قریب ہوئے، شیطان سے کتنے دور ہوئے،
جنت سے کتنے قریب ہوئے اور دوزخ سے کتنے دور ہوئے“ (حضرت جنید بغدادیؒ)

رواق شبلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

دنیائے علم وفن کا ایک شاہکار
طبی دنیا کی ایک اہم ضرورت
وصی میڈیکل ڈکشنری (انگریزی اردو)
(از۔ مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی)
جس میں علمِ طب کے ہر شعبہ سے متعلق امکانی لغات و مصطلحات (ترجمہ و تشریح کے ساتھ) بڑی عرق ریزی سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔
ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ فردوس۔ مکارم نگر (بروٹیا) ٹیگور مارگ لکھنؤ (۲) مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ ۷
رعایتی قیمت کے ساتھ دستیاب ہے۔

MAU
LAL TEL
PH: 0547-2520875
MOBILE: 9838059691
درد سے فوراً آرام
عوال تیل
جوڑوں کے درد، چوٹ، موچ، زخم، جلنے، کٹنے، ورم، بچوں کے سردی لگ جانے میں مفید ہے۔
تیار کردہ
Girhast Chemicals Company
Maunath Bhanjan-MAU-275101 (U.P.)

Ph. Nos 2260433- 2242946
جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں
آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس
Gahna Palace
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر و غیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔
نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔
تاج
اسلامک جنتری دستیاب ہے
طلب کریں۔ قیمت ۵/-
تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے
Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties
شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ
تشریف لائیں
MEN MARK®
Men's Exclusive
58, Halwasia Market.
Hazratganj, Lucknow
Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

ہردینا
• عمر دراز مشاہدہ کی بھری ورزہ
• بیماری میں ریت، خون اور جلن کے لئے
بیحد مفید ہے۔
حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر
ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔
AUTO REFRECTO METER AR-860
فوٹو کرائک ہائی کوئیلیٹی ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین: اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310, 2788376
Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

اب ہم ایک ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی بن چکے ہیں

چنانچہ اب ہمیں اپنی قسمت کی تعمیر میں لگ جانا چاہئے

''میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں، اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں، میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں، اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے، یہ میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں، بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے، لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے، اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے، میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، ہندوستان کی ایک اور ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں، میں اس متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے، میں اس کی تکوین کا ایک ناگزیر عامل (Factor) ہوں، میں اپنے اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔

ہندوستان کے لئے قدرت کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ اس کی سرزمین انسان کی مختلف نسلوں، مختلف تہذیبوں اور مختلف مذہبوں کے قافلوں کی منزل ہے، ابھی تاریخ کی صبح نمودار نہیں ہوئی تھی کہ ان قافلوں کی آمد شروع ہوگئی اور پھر یکے بعد دیگرے سلسلہ جاری رہا، اس کی وسیع سرزمین سب کا استقبال کرتی رہی اور اس کی فیاض گود نے سب کے لئے جگہ نکالی، ان ہی قافلوں میں آخری قافلہ ہم پیروانِ اسلام کا بھی تھا یہ بھی پچھلے قافلوں کے نشان راہ چلتا ہوا یہاں پہنچا اور ہمیشہ کے لئے بس گیا، یہ دنیا کی دو مختلف قوموں اور تہذیبوں کے دھاروں کا ملاپ تھا، یہ گنگا اور جمنا کے دھاروں کی طرح پہلے ایک دوسرے سے الگ بہتے تھے، لیکن پھر جیسا کہ قدرت کا اٹل قانون ہے دونوں کو ایک سنگم میں مل جانا پڑا، ان دونوں کا میل تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا، جس دن یہ واقعہ ظہور میں آیا اسی دن سے قدرت کے مخفی ہاتھوں نے پرانے ہندوستان کی جگہ ایک نئے ہندوستان کے ڈھالنے کا کام شروع کردیا، ہم اپنے ساتھ اپنا ذخیرہ لائے تھے اور یہ سرزمین بھی اپنے ذخیروں سے مالا مال تھی، ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کردی اور اس کی سب سے زیادہ قیمتی چیز دے دی، جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی، ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیغام پہنچادیا۔

تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعہ پر گذر چکی ہیں، اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعویٰ رکھتا ہے، جیسا دعویٰ ہندو مذہب کا ہے، اگر ہندو مذہب کئی ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب رہا ہے تو اسلام بھی ایک ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب چلا آتا ہے، جس طرح آج ایک ہندو فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہندوستانی ہے اور ہندو مذہب کا پیرو ہے ٹھیک اسی طرح ہم بھی فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہندوستانی ہیں اور مذہب اسلام کے پیرو ہیں، میں اس دائرہ کو اس سے زیادہ وسیع کروں گا میں ہندوستانی مسیحی کا بھی یہ حق تسلیم کروں گا کہ وہ آج سر اٹھا کے کہہ سکتا ہے کہ میں ہندوستانی ہوں اور باشندگان ہند کے ایک مذہب یعنی مسیحیت کا پیرو ہوں۔''

(مولانا ابوالکلام آزاد ——— ماخوذ : خطبات آزادی ۱۹۴۰ء)

اشاعت کے ۴۰ سال

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۱

۱۰ر اپریل ۲۰۰۳ء مطابق ۷ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

(زیر سرپرستی)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی

• مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون

سالانہ : ۱۵۰/- روپے ——— فی شمارہ ۷/- روپے

ایشیائی ممالک، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ——— ۳۵/- ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام بنوائیں

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ (0522)2323864

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

بسم اللہ

• رئیس التحریر کی میز سے — ہم اپنی قسمت کی تعمیر کے لئے آزاد کیوں نہیں؟ — امین شجاع — ۲

اداریہ

• احکام الٰہی کی پابندی اور حسن تدبیر
مسلمانوں کی سربلندی کا ذریعہ ہے — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

قند مکرر

• عبرت ناک انجام — علامہ سید سلیمان ندوی — ۴

• جب فاتح قوموں کو مسلمانوں نے متاثر کیا — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی — ۵

اعجاز قرآن

معجزہ کی تعریف اور اس کی مختلف شکلیں — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۷

شعر و ادب

• ایمان و عمل کے برابط پر اسلام کا نغمہ گاتا چل — عامر عثمانی — ۱۰

صیہونیت

• ہزارہ سوم اور تیسری عالمی جنگ کے اندیشے — مولانا سید سلمان الحسینی ندوی — ۱۱

مسلم دنیا

• ترکی میں اسلامی بیداری - اندیشے اور امیدیں — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۱۵

تعلیم الحدیث

• ایمان کا معیار — مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی — ۱۸

تعارف و تبصرہ

• "کتابوں کی دنیا" — مولانا محمود حسن حسنی ندوی — ۱۹

اصلاح معاشرہ

• ہمارا معاشرہ اور اسلامی تعلیمات — مولانا عتیق احمد بستوی — ۲۰

آپ بیتی

• ایک مغرب زدہ مصری نوجوان کی آپ بیتی — مولانا شمس الحق ندوی — ۲۴

عالمی خبریں — معید اشرف ندوی — ۲۶

اخبار و افکار

• شریعت خدائی نظام ہے۔ صدر مسلم پرسنل لا بورڈ کا سفر بنگلور — ۲۷

رفتار کار

• رابطہ ادب اسلامی کے انیسویں سیمینار کی ایک رپورٹ — ۲۹

آخری صفحہ

• حالات کی شدت نے مسلمانوں کے شعور کو بیدار تو کیا ہے — امین شجاع — ۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہوچکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ

رئیس التحریر کی میز سے

ہم اپنی قسمت کی تعمیر کے لئے آزاد کیوں نہیں؟

طاقت کا نشہ اور بے حسی کا مرض دونوں بری چیزیں ہیں ـــــ طاقت کا نشہ ظلم و جبر اور بربریت کا رقص کرواتا ہے اور بے حسی کا مرض اس رقصِ ابلیس پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتا ہے اور اس طرح بے حسی، بے بسی کو جنم دیتی ہے ـــــ البتہ طاقت کے نشہ اور بے حسی کے مرض میں ایک بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ طاقت کے نشہ کے مقاصد اور نشانے (Targets) اگرچہ غلط اور تباہ کن ہوتے ہیں لیکن اُسے اپنے مقاصد پر یقین و اعتماد ہوتا ہے ـــــ قرآن مجید کی اصطلاح میں (آمَنُوْا بِالْبَاطِلِ) کے مطابق ان مقاصد اور نشانوں پر ان کا ''ایمان'' ہوتا ہے، اور ان کے معاملہ میں وہ منافقت کا رویہ نہیں اپناتے ـــــ اس کے برخلاف بے حسی کے شکار مریض میں اپنے اصل مقصد اور منصب سے سچی لگن اور وفاداری کی کمی ہوتی ہے ـــــ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ باطل پر ہونے کے باوجود اپنے مقصد سے لگن اور وفاداری، طاقت کے نشہ کو غلبہ عطا کرتی ہے اور اس کے برعکس حق پر ہونے کے باوجود اپنے اصل مقصد سے انحراف بے حسی کے شکار مریض کو مغلوب و زیر کر دیتا ہے ـــــ

دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے عزائم پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ان کا مقصد و ہدف مادی ترقی ہوتی ہے، اور اسی پر ان کا عروج منحصر ہے، لیکن مسلمانوں کا معاملہ دوسری تمام قوموں سے مختلف ہے ـــــ مسلمانوں کی ترقی و حفاظت کا دارومدار..... اخلاقی و معنوی اقدار (Values) کو اپنانے پر ہے اور اس دعوت کو پوری طرح قبول کرنے پر موقوف ہے کہ جس دعوت سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے میری بات مان لی تو تم عرب اور عجم دونوں کے مالک بن جاؤ گے، تاریخ کے صفحات میں اس دعوت کی ایک ہلکی سی جھلک اس میدان جنگ میں دیکھنے کو ملتی ہے جب جاں بلب صحابہ کرام کے پاس پانی پلانے والا پہنچتا ہے تو ایک صحابی دوسرے صحابی کی طرف پانی لیکر بڑھنے کا اشارہ کرتے ہیں اور اسی طرح دوسرے صحابی تیسرے کی طرف..... آخری سانس تک بھی ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایک دوسرے کے لئے ایثار کی ایسی مثال پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ قاصر ہے۔

مسلمانوں کے لئے اللہ کی محبت پر کسی بھی دوسری محبت کو ترجیح دینے کے نتائج بڑے بھیانک ہوتے آئے ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی اپنے اصل مقصد یعنی اخلاقی و معنوی اقدار سے پہلوتہی کی اور محض مادی ترقی اور عروج کو پیشِ نظر رکھا، تو ان کو یہ مقاصد بھی حاصل نہیں ہو سکے ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم'' کے مصداق۔ قریبی دور کے ایک داعی و مفکر نے اس کی ایک واضح نظیر پیش کرتے ہوئے سچ لکھا ہے کہ ''ـــــ اس صدی کے شروع میں دو ملکوں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ ہماری ترقی مغرب کی پیروی کے اندر پوشیدہ ہے ـــــ ایک ترکی اور دوسرا جاپان ـــــ ان دونوں نے اس صدی کے شروع میں اپنے سفر کا آغاز کیا، آج جاپان تو دنیا کی پانچ بڑی طاقتوں میں ہے لیکن ترکی ابھی تک اسی مقام پر کھڑا ہے ـــــ''

آج دنیا کے نقشہ پر مسلم ممالک کی تعداد ۵۶ ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ مسلمان اپنی قسمت کی تعمیر کے لئے آزاد نہیں ہیں ـــــ وسائل کی فراوانی اور تیل کی بہتات کے باوجود آخر یہ بے بسی اور بے وزنی کیسی؟ پانی کہاں مر رہا ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے ـــــ تیل کے ذخیروں کے مالک ملکوں اور خطوں کی طرف تو دنیا متوجہ ہو گئی مگر افسوس اس کا ہے کہ تیل کے چشموں کے مالک یہ ممالک اپنے پاس موجود ایمانی و اخلاقی قوت کے سرچشموں کی طرف دنیا کو کما حقہ متوجہ نہیں کر سکے ـــــ نتائج کے اعتبار سے مادیت پرست دنیا تو اپنے ہدف اور مقصد کے لئے سنجیدہ اور وفادار ثابت ہوئی لیکن آہ! ملت اسلامیہ اپنے اصل مقصد و ہدف سے دور جا پڑی!!! پھر اس کے مغلوب ہو جانے پر تعجب کیسا؟..... مسلمان آج بھی اپنے اصل مقصد و منصب کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا معاملہ کریں تو صورت حال بدل سکتی ہے اور کیا عجب کہ "مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ" (کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔۳:۵۴) کی صورت پیدا ہو! مادی منفعت جن قوموں کے پیش نظر ہو ان میں باہمی انتشار اور پھوٹ پڑنے میں دیر نہیں لگتی لیکن بات مادی منفعتوں سے بھی کچھ آگے کی ہے، چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری کی بھی ہے اس لئے لو اس خدا سے لگائے رہنا ہے جس نے فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ..... اور جو مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً. (ہم سے طاقتور کون ہے؟ ۴۱:۱۵) کا دعویٰ کرنے والوں کا غرور خاک میں ملا دینے پر پوری طرح قادر ہے! یوں بھی یہ شکست کیا کم ہے کہ باضمیر انسانوں نے چیخ چیخ کر ایک ظالم کو ظالم کہا تو ہے اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام تھوپنے والوں کے خود اپنے گلے میں آج دہشت گردی اور جارحیت کا طوق پڑا ہوا نظر آ رہا ہے۔ ع ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

امین شباع

اداریہ

احکام الٰہی کی پابندی اور حسن تدبیر مسلمانوں کی سربلندی کا ذریعہ ہے

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ، اسلام اور اس کے معاندین کے درمیان کش مکش سے بھری ہوئی ہے، مسلمانوں کو اس کے نتیجہ میں عروج اور زوال دونوں حالات سے گذرنا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کو بقاء و عزت کا مقام حاصل ہے جو اس کو برابر ملتا رہے گا البتہ وہ آزمائشوں سے بھی گزرتی رہی اور ابھرتی رہی ہے اور یہ سلسلہ بعد میں بھی چل سکتا ہے، لیکن اس کو کلی اور حتمی طور پر زوال کہیں پیش نہیں آیا، یہ کبھی کسی ایک علاقہ میں، کبھی دوسرے علاقہ میں اور کبھی کسی ایک مدت، کبھی کسی دوسری مدت میں پیش آتا رہا ہے، جس کے اثر سے یہ امت وقتی طور پر سخت حالات سے گزرتی رہی لیکن اس کے باوجود رواں دواں رہی ہے اور عالمی برادری میں اپنی قابل ذکر جگہ بناتی رہی ہے اور اب موجودہ حالت میں بھی اس کے ابھرنے اور باعزت مقام حاصل کرنے کی پوری توقع ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا رہا ہوتا تو آج وہ جس تعداد میں اور جن مادی اور معنوی دولتوں سے مالا مال ہے، نہ ہوئی ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اسلام و مسلمانوں کے معاندین کے دلوں میں اس امت سے حسد اور اس سے جذبۂ عداوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور دنیا کی یہ دیگر قومیں اپنی اپنی جگہ پر اور عالمی پیمانہ پر بھی مسلمانوں کی اُبھرتی ہوئی حیثیت و عظمت سے برابر پریشانی محسوس کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو کمزور کر دینا چاہتی ہیں حالانکہ اسلام مسلمانوں کے دلوں میں انسانی ہمدردی اور سب انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کا ایسا انسانی جذبہ جاگزیں کرا دیتا ہے جو دوسروں کو بلا سبب کسی طرح کا نقصان پہنچانے سے ان کو باز رکھتا ہے، مزید یہ بات بھی ہے کہ مسلمانوں کو اللہ نے کسی دیگر مذہب والے کے مذہب کو بالجبر بدلنے سے منع کر رکھا ہے جس کی بنا پر مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار و حالتِ عروج و قوت میں بھی کسی کو اپنے مذہب چھوڑنے اور اسلام اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا، ہاں اسلام یہ ضرور تاکید کرتا ہے کہ مسلمانوں کو خدا کی معرفت اور حق سے جو آگہی ہوئی ہے وہ دوسروں کو بھی بتائیں اور ان تک پہونچائیں، اور اسلام نے ان کو اس بات کی صرف تاکید ہی نہیں کی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات پر نصرت و مدد کا وعدہ بھی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد جب کبھی مسلمانوں سے ہٹی ہے، ان کی اس عمل میں کوتاہی اور دین و اخلاق فاضلہ کی پابندی میں کمی کی بنا پر ہٹی ہے، اور چونکہ دین کی نصرت یعنی اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی اور دعوت حق ہی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اپنی اس نصرت کا وعدہ کیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو جب بھی بحیثیت امت کے زوال و مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تو مذکورہ بالا ہدایت میں کوتاہی کی وجہ سے سامنا کرنا پڑا، اس لئے یہ سمجھنے کی بات ہے کہ مسلمانوں کی مصیبتوں کی بنیادی وجہ مسلمانوں کی طرف سے احکام الٰہی کی پابندی اور حسن تدبیر میں ہونے والی کوتاہی ہی بنتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اسلام ان کو یہ بالکل نہیں سکھاتا کہ وہ غیروں کو بلا سبب کوئی تکلیف دیں یا ان کو نقصان پہونچائیں بلکہ ان کے ساتھ اخلاق و رواداری اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور مسلمانوں کا اس پر عام طور پر عمل بھی ہے، مگر افسوس ہے کہ اسلام کے سلسلہ میں اس کے مخالفوں نے یہ مغالطہ پھیلایا ہے کہ وہ جبر و زور زبردستی کا مذہب ہے اور قرآن مجید کی ان آیات کا حوالہ دینے کی کوشش کی ہے جن میں قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ مکہ کے کفار و مشرکین کی طرف سے تیرہ چودہ سال تک مسلسل دشمنی کرتے رہنے اور اس پر ان کے مسلسل صبر کرنے کے بعد بھی ان کے اُن دشمنوں کی طرف سے اور حملہ آور ہو کر ان سے باقاعدہ جنگ کرنے پر بالآخر ان کے ظلم کا سخت جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کسی ملک کا دشمن اس ملک پر حملہ آور ہو اور جانی و مالی نقصان پہنچائے تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس دشمن کو مارو، قرآن مجید کی آیات کو صحیح طور پر نہ پڑھنے اور نہ سمجھنے کی صورت میں اسلام پر تشدد کا غلط الزام لگایا جاتا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں صراحتاً یہ حکم بھی آیا ہے کہ دشمن کے ساتھ زیادتی نہ کرو صرف جتنا ظلم اس کی نے کیا، اسی حد تک اس سے بدلہ لو، اور یہ بھی آیا ہے کہ کوئی مشرک (کافر) تمہارے پاس آجائے تو اس کو مہمان کی طرح رکھو تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن سکے پھر اس کو امن و حفاظت سے اس کی حفاظت کی جگہ تک پہنچا دو، دراصل

قرآن مجید کو اس کے صحیح سیاق وسباق کے ساتھ نہ پڑھنے کی وجہ سے اس کے مخالفین اپنی من مانی تفسیر کرتے ہیں۔ یہ علمی بددیانتی بھی ہے اور حقائق کو بدل کر پیش کرنے کی حرکت ہے، جو بظاہر جان بوجھ کر کی جارہی ہے اس لئے اس پر افسوس ونفرت کا ہی اظہار کیا جاسکتا ہے، اسلام کی تعلیمات کا انسانی خیر خواہی وہمدردی کا رویہ جو قرآن مجید اور اسلام کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے صاف طریقہ سے سامنے آتا ہے اس کو نظر انداز کردینا، یہ اسلام کے مخالفین کا بڑا ظلم ہے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ افہام وتفہیم کے مفید ومؤثر ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے ان لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں جو ایسی غلط تشریحات سے متاثر ہوکر غلط فہمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے متعلق غیروں کے تاثر کو صحیح کریں اس کے لئے ذرائع ابلاغ اور مخلوط سیمینار وسمپوزیم کے وسائل اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

اسی کے ساتھ مسلمانوں کو اپنی زندگیوں کو ان صفات اور اخلاق سے آراستہ بھی کرنا چاہئے جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے مستحق ہوں، کافرانہ عادتیں، جاہلانہ رسوم اور بے ضرورت نام ونمود کا شوق اور شہرت پسندی سے گریز کرتے ہوئے ان کو اچھے کردار اور اسلامی اخلاق وسیرت کو اختیار کرنا چاہئے اور اسی کے ساتھ داعیانہ رویہ بھی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اسی صورت میں اللہ رب العالمین سے ان کو نصرت وخصوصی مدد حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے زوال سے محفوظ رہتے ہوئے وہ عروج وغلبہ حاصل کرسکتے ہیں۔ ❁❁

عبرت ناک انجام

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دنیا کی بڑی بڑی جبار وقہار قوموں کی تباہی کا نقشہ پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ قوت کا زور، طاقت کا گھمنڈ، دولت کا غرور اور ساز وسامان کی فراوانی نے ہمیشہ قوموں کو حدود الٰہی سے قدم باہر نکالنے پر آمادہ کیا ہے۔ فرعون ونمرود اور عاد وثمود، تبابعۂ یمن اور شاہان صبا کے واقعات کو قرآن پاک میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ واقعات اور ان کے یہ نتیجے، یہ کرتوت اور ان کے پھل صرف پچھلی ہی قوموں کے حق میں تھے، نہیں، دنیا کا کوئی دور، تاریخ کا کوئی ورق، اور زمانہ کا کوئی عہد ان واقعات اور ان کے لازمی نتیجوں سے کبھی خالی نہیں رہا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَاأُولِي الْأَبْصَار

تاریخ کا یہ کس قدر عبرت ناک انجام ہے کہ وہ ہٹلر وہ مسولینی وہ ہملر، وہ گوئرنگ، وہ گوئبلز جن کے لفظ لفظ کو دنیا تقدیر مبرم سمجھتی تھی، جن کے ہر محال دعویٰ کو صرف ان کے کہہ دینے ہی سے ممکن یقین کرلیتی تھی، جن کے رعب ودبدبہ سے زمین کا ہر قطعہ خوف ودہشت سے لرزہ براندام تھا اور جن کے ایک ایک قدم سے ہر وقت دنیا زیروزبر ہورہی تھی آخر وہ گھڑی آئی کہ بے کسی اور مایوسی نے ان کی ہر امید کا خاتمہ کردیا۔ ان میں سے کسی نے اپنے ہاتھ سے آپ اپنا گلا کاٹ لیا، کسی نے زہر کا پیالہ پی لیا، کوئی اپنے دوستوں کی تلواروں سے آپ مارا گیا، اور برلن جو کبھی بابل کا مینار تھا آج خاک کے تودوں کے سوا کچھ نہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(از شذرات سلیمانی) ج ۳ ص ۳۵۶

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جب فاتح قوموں کو مسلمانوں نے

اپنے دماغ، تہذیب اور دین وروحانیت سے متأثر کرلیا

جب زندگی کے مختلف محاذوں پر مختلف قوموں کے مابین تصادم ہوتا ہے تو ایک گروہ فاتح ہوتا ہے اور دوسرا مفتوح ـــــ اس طرح دنیا فاتح اور مفتوح کے خانوں میں تقسیم ہوجاتی ہے ـــــ فاتح قوم کی فتح مادی وسائل اور اس کی طاقت وقوت کی مرہون منت ہوتی ہے لیکن اگر مفتوح قوم علمی وفکری اور روحانی قوت کی مالک ہو تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی مفتوح قوم فاتح قوم کے فکر وعمل پر اثر انداز ہوجاتی ہے اور دنیا یہ منظر بھی دیکھتی ہے کہ علمی فکری وروحانی ورثہ ..... مادی وسائل اور ظاہری طاقت وقوت پر کس طرح غالب آجاتا ہے! ـــــ حضرت مولانا علی میاںؒ کے درج ذیل مضمون کے مطالعہ سے قارئین کرام کو تاریخ کی اسی سچائی اور حقیقت کو سمجھنے میں مدد ملے گی ـــــ خصوصاً ان حالات میں جبکہ ملت کی کشتی گرداب میں ہے، اس کو اس حقیقت کو سمجھنا ہوگا کہ عظمت رفتہ کی بازیافت کے لئے اس کی حکمت عملی اور لائحہ عمل کیا ہو؟ زیر نظر مضمون میں ان امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دنیا میں کسی بڑی تعمیر وانقلاب کی کوئی جد وجہد، اور کسی تخریبی تحریک کا مقابلہ دل ودماغ کی اعلیٰ طاقت وقابلیت کے بغیر نہیں ہوسکا ہے، کسی گرم وپرجوش صاحب عزم ویقین کا مقابلہ افسردہ، شکست خوردہ اور مذبذب دل سے اور کسی روشن، بلند وفائق ذکی وصاحب اجتہاد دماغ کا مقابلہ پست دست اور جامد دماغ سے نہیں ہوسکا ہے، تاریخ ان مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ ایک گرم وپرجوش دل نے لاکھوں افسردہ اور مذبذب دلوں پر فتح پائی ہے اور ایک بلند وفائق دماغ نے کروڑوں انسانوں کو اپنا محکوم بنالیا ہے، قوموں، تہذیبوں اور دعوتوں کی معرکہ آرائی میں ایک قوم کو دوسری قوم پر، ایک تہذیب کو دوسری تہذیب پر فتح حاصل کرنے میں شمشیر وسناں اور دست وبازو سے زیادہ قلب ودماغ کا حصہ رہا ہے۔

یونان وروما نے متمدن دنیا پر اپنی حکومت قائم کی اور ایک وسیع وطاقتور شہنشاہی اور ایک مخصوص تہذیب کی بنیاد رکھی، یہ محض اس کے ہتھیاروں کی فوقیت، اس کی جنگی مہارت، اور اس کی فوجی طاقت کا نتیجہ نہ تھا، آپ اگر تاریخ کے اس دور میں واپس جائیں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ یونان وروما کو اپنے اپنے وقت میں اپنی معاصر قوموں پر کھلی ہوئی فوقیت حاصل تھی، وہ گرم جوش اور بلند حوصلہ دل اور زندگی کے مسائل ومشکلات کے حل، وسائل اور زندگی کی نئی تنظیم پر قدرت رکھنے والا دماغ رکھتے تھے، ان کو اپنے عزم ویقین اور اپنی ذہانت اور قوت فکریہ میں اپنی گردوپیش کی قوموں پر نمایاں امتیاز حاصل تھا، ان کے غیر ملکی معاصرین کے حالات اور زندگی پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو ہر طرف بجھا ہوا دل، تھکا ہوا دماغ، رکتی ہوئی زبان اور ٹوٹا ہوا قلم نظر آئے گا، دینی، علمی، ادبی، دینی، عسکری شعبے سب بے روح نظر آئیں گے، ذہن سے بلند پروازی، علم سے گہرائی، ادب سے دل آویزی، شاعری سے جگر سوزی، مذہب سے روحانیت وعملیت، زندگی سے عزم اور ولولہ رخصت ہوچکا ہے، قومی زندگی کا ہر شعبہ اور علم وفن کی ہر شاخ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عمر پوری کرچکی ہے اور اس میں نمود وارتقاء کی صلاحیت باقی نہیں رہی، ایسی کہن سال روبہ زوال قوموں کا مقابلہ جب جیتے جاگتے یونان یا روما سے ہوا تو ان کو اپنے جواں سال حریف سے مقابلہ میں شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور اس کے لئے راستہ چھوڑنا پڑا۔

بعثت نبوی کے وقت روم وایران کی حقیقی زندگی ختم ہوچکی تھی، ان کے قلب ودماغ میں نئے اور گرم خون کی آمد بند ہوچکی تھی، تہذیب وتمدن اور علم وفن میں بوسیدگی آگئی تھی، ادبیات، عقلیات اور الٰہیات میں عام دماغی پستی اور فکر وخیال کی سستی کے آثار نظر آتے ہیں، جس کا اندازہ آج بھی چھٹی ساتویں صدی عیسوی کے ادبی نمونوں، منطق وفلسفہ اور ہیئت کے ذخیرہ اور اسرائیلیات کے اس دفتر سے کیا جاسکتا ہے جو انھوں نے اپنے ترکہ میں چھوڑا ہے، اس کے مقابلہ میں نبوت محمدیؐ اور وحی الٰہی نے

> رومیوں اور ایرانیوں کے پاس نہ تو وحی کا کوئی محفوظ سرمایہ تھا نہ انسانی عقل ودماغ کا کوئی زندہ وتوانا ذخیرہ، علم وادب اور فلسفہ وحکمت کا کرم خوردہ دفتر تھا جو پچھلے دور انحطاط کی یادگار تھا اور جس میں تجربہ سے زیادہ قیاس اور حقیقت سے زیادہ مفروضات وتخیلات سے کام لیا گیا تھا، یہ بوسیدہ عمارت زندگی کے ابلتے ہوئے چشمے اور بہتے ہوئے دھارے میں کیا ٹھہر سکتی تھی، اسلام کی ایک موج اس کو بہا کر لے گئی۔

عربوں کو نئی ایمانی، فکری اور اخلاقی زندگی عطا فرمائی تھی، جس کا روم وایران میں نام ونشان بھی نہ تھا، اس ایمان وعلم نے عربوں میں ایسا عزم ویقین، ایسی قلبی قوت اور ایسی دماغی بلندی پیدا کردی تھی کہ رومی وایرانی باوجود اپنے ترقی یافتہ ہزار سالہ تمدن، اپنی شائستگی اور علوم وفنون کے ان کے مقابلے میں دماغی حیثیت سے پست، کند ذہن اور نااہل معلوم ہوتے ہیں، ہر شاہی دربار، ہر عام مجلس میں، ہر دینی معرکہ میں مسلمانوں کی ذہانت، ایرانی اور رومی دماغ کو شکست دیتی نظر آتی ہے، مسلمان اپنی معاملہ فہمی، سلامت فکر اور حقیقت رسی میں اپنے حریفوں سے بہت فائق نظر آتے ہیں، ان کے پاس علم الٰہی، وحی آسمانی کا وہ محفوظ ذخیرہ تھا جس نے ان کو تفکر وتدبر کی دعوت دی تھی اور عادت ڈالی تھی، اس معجزۂ کتاب اور اس کے بلند مضامین نے ان کی عقلی سطح کو زمین سے آسمان تک پہنچادیا، طریقۂ فکر کو بدل دیا، زبان وادب کا معیار اونچا کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحبت میں ایسا علم حاصل کیا جس میں گہرائی اور پختگی تھی، اور بے تکلفی وسادگی اور جس نے ان میں حقیقت پسندی اور حق گوئی پیدا کردی، اس کے مقابلہ میں رومیوں اور ایرانیوں کے پاس نہ توحید کا کوئی محفوظ سرمایہ تھا نہ انسانی عقل ودماغ کا کوئی زندہ وتوانا ذخیرہ، علم وادب اور فلسفہ وحکمت کا کرم خوردہ دفتر تھا جو پچھلے دورِ انحطاط کی یادگار تھا اور جس میں تجربہ سے زیادہ قیاس اور حقیقت سے زیادہ مفروضات وتخیلات سے کام لیا گیا تھا، یہ بوسیدہ عمارت زندگی کے ابلتے ہوئے چشمے اور بہتے ہوئے دھارے میں کیا ٹھہر سکتی تھی، اسلام کی ایک موج اس کو بہا کر لے گئی۔

کہا جاتا ہے کہ عرب جس ملک میں گئے اور انھوں نے کچھ مدت وہاں قیام کیا انھوں نے اس ملک کی تہذیب ومعاشرت اور زبان تک کو بدل دیا اور اس ملک نے بغیر کسی جبر واکراہ کے مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت اور زبان اختیار کرلی، عراق وشام اور مصر اور شمالی افریقہ اپنی تہذیب ومعاشرت اور زبان رکھتے تھے، لیکن اسلامی فتوحات کے بعد عربوں کے اثر سے انھوں نے اپنی تہذیب ومعاشرت اور زبان بدل دی اور آج سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی وہاں کی تہذیب ومعاشرت اور زبان عربی ہے، یہ محض کوئی اتفاقی واقعہ نہیں اور نہ یہ صرف عربوں کے حسنِ اخلاق، فراخ دلی اور رواداری اور جذبۂ مساوات کا نتیجہ ہے، اس میں بہت کچھ دخل اس ذہنی برتری، دماغی تفوق اور قلبی صلاحیتوں کو ہے جو فاتح عربوں اور ان کے دین وتہذیب کو حاصل ہیں، ایک فروتر تہذیب، ایک پست دماغ، ایک بوسیدہ نظامِ زندگی، ایک بے روح ادب اور ایک انحطاط پذیر زبان اپنے سے بلند، زندہ وتوانا حریف کے مقابلہ میں زیادہ دن نہیں ٹھہر سکتی، خصوصاً جبکہ اس کے پاس کوئی دینی دعوت اور انسانیت کے لئے کوئی تازہ پیغام بھی نہ ہو، رومیوں اور ایرانیوں کو زندگی کے ہر موڑ اور علم وتہذیب، زبان وادب کی نمائندگی کے ہر موقع پر اپنی پستی اور کمتری اور عربوں کے تفوق اور برتری کا احساس ہوتا ہے، اس احساس کا وہ زیادہ دن تک مقابلہ نہیں کرسکتے تھے، اور محض قومی عصبیت، مذہبی تنفر اور نسلی تکبر کی بنا پر اس سے انکار اور گریز نہیں کرسکتے تھے، رفتہ رفتہ عربی تہذیب ومعاشرت اور زبان وادب کو اور اسلام نے ان کے مذاہب کو متاثر اور مسخر کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں ان ممالک میں عربی تہذیب وادب اور اسلام کا کوئی حریف ورقیب باقی نہیں رہا، اور ان قوموں نے برضا ورغبت اسلامی تہذیب وادب کے اثرات قبول کرلئے۔

اس کے مقابلہ میں جن فاتح قوموں کے پاس کوئی اعلیٰ تہذیب، قیمتی ادبی ذخیرہ، ترقی یافتہ اور وسیع زبان نہیں تھی اور جو دماغی صلاحیتوں میں اپنی مفتوح قوموں سے بھی فائق نہ تھیں، جن کے پاس نہ مذہبی ذخیرہ تھا نہ علمی سرمایہ، نہ سیاسی دستور، وہ بجائے اپنی مفتوح قوموں کو متاثر کرنے کے خود ان سے متاثر اور مغلوب ہوگئیں، انھوں نے ان کو اپنی فوجی طاقت یا نظم واتحاد سے میدان جنگ یا میدان سیاست میں شکست دے دی، مگر علم وتہذیب کے میدان میں ان سے مات کھائی اور مفتوح قوموں نے اپنے دماغ، تہذیب اور دین وروحانیت سے ان کو اپنا مفتوح بنالیا، ساتویں صدی میں تاتاریوں نے اپنی فوجی طاقت، جفاکشی اور نظم واتحاد سے تمام اسلامی سلطنتوں کو شکست دے دی اور دنیائے اسلام کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس طرح پامال کردیا کہ ان کے مقابلے میں کوئی سر اٹھانے والا نہ رہا، انھوں نے اسلام کے دارالخلافت بغداد کو اپنی سلطنت کا مرکز بنایا اور ایک وسیع رقبۂ زمین پر اپنی سلطنت قائم کردی، لیکن ان کے پاس نہ کوئی تہذیب تھی نہ معقول مذہب، نہ کوئی سیاسی دستور، ان کے پاس ان کی قومی زبان تھی، وسط ایشیا کی قدیم ترین تہذیب تھی، اور بت پرستی کا مذہب، ان میں سے کسی میں مسلمانوں کو متاثر کرنے اور ان کی تہذیب ومذہب اور زبان وادب کو شکست دینے کی قابلیت نہ تھی، وہ دماغی حیثیت سے مسلمانوں سے بھی پست اور تہذیبی وعلمی وسیاسی سرمایہ کے لحاظ سے بالکل بے مایہ اور بے سروساماں تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی سیاسی برتری اور حاکمانہ حیثیت بھی ان کی زبان وتہذیب کے لئے سفارش نہ کرسکیں، مسلمانوں نے اپنی دماغی صلاحیتوں اور اپنے دین وآئین سے ان کے خواص کو اتنا متاثر ومرعوب کرلیا کہ رفتہ رفتہ پوری تاتاری قوم نے اسلام اور اس کی تہذیب ومعاشرت اور ادب وزبان کو اختیار کرلیا، اور اس میں بڑے بڑے عالم وفقیہ اور عربی کے مصنف پیدا ہوئے۔ ❁❁❁

معجزہ کی تعریف اور اس کی مختلف شکلیں

زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب

از: حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

لغوی مفہوم: معجزہ کا لفظ "عجز" سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کسی بات پر قادر نہ ہونا، جیسے گونگا بولنے سے، نابینا دیکھنے سے، بہرا سننے سے عاجز ہے، "اعجاز" اسی لفظ کا متعدی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی فطرۃً یا پیدائشی طور پر عاجز تو نہ تھا مگر اس کو عاجز بنادیا گیا، "معجز" اس کا اسم فاعل ہے، یعنی ایسی طاقت یا ایسی شے جو کسی دوسرے کے بس کی نہ ہو، اور وہ کلام اس کو عاجز ثابت کردے، اس پر "ۃ" کا اضافہ مبالغہ کے لئے ہے، یعنی کوئی ایسی انہونی بات جو کوئی دوسرا پیش نہ کرسکے، اردو میں عجز کا ترجمہ ہارنا بھی ہوسکتا ہے، اس طرح "معجز" کے معنی ہرانا ہوگا۔

قرآن کریم میں معجز کا لفظ اسی معنی میں وارد ہوا ہے:

"وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَاءُ".

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا، اور خدا کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔"

اصطلاح: اصطلاح میں معجزہ اس نشانی کو کہتے ہیں جو ایک پیغمبر اپنی نبوت کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنی قوم کے سامنے پیش کرتا ہے، اگر عصری تعبیر پسند ہو تو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کا بھیجا ہوا شخص، ایک سفیر کے مانند ہوتا ہے، جن لوگوں کے پاس اس کو بھیجا جاتا ہے، وہ ان کو اپنی شناخت کی علامت پیش کرتا ہے، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسی بات دکھاتا ہے جو عقلاً اور عادۃً ناممکن ہو اور سنت تکوینی کے خلاف ہو، مثلاً اللہ کا بنایا ہوا نظام کائنات یہ ہے کہ ایک نوزائیدہ بچہ بات نہیں کرسکتا، جو شخص ایک مرتبہ مرگیا وہ دوبارہ اس دنیا میں زندہ نہیں ہوسکتا، اس قانون فطرت (جس کو قانون تکوینی یا سنت تکوینی کہا جاتا ہے) کے خلاف کوئی کام دکھانا، اس فطری قانون کو توڑ دینا ہے، اس "توڑنے" کو عربی میں "نقض" کہتے ہیں، اور "خرق" (پھاڑنا) بھی یہی مفہوم رکھتا ہے "عادت" کے معنی نظام فطرت کے ہیں، لہٰذا ناممکن کو ممکن بنا دینا، "انہونی" کو "ہونی" بنادینا معجزہ ہے، کیونکہ اس کے آگے سارے انسان ہار جاتے ہیں کہ وہ اس طرح کی بات نہیں کرسکتے، لیکن "معجزہ" اس خاص مفہوم میں قرآن کریم میں وارد نہیں ہوا، یہ لفظ دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں علمائے نحو وبلاغت نے اختیار کیا (۱) قرآن کریم میں اس کی جگہ لفظ "آیۃ" نازل ہوا ہے۔

وَأَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ. (الانعام:۱۰۹)

"اور ان منکر لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس کوئی نشانی آجاوے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے، آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ سب نشانیاں خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو اس کی خبر ہے) کہ وہ نشانیاں جس وقت آجاویں گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لاویں گے۔"

قرآن کریم نے کہیں اس کی جگہ لفظ "البینۃ" استعمال کیا:

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللهِ لَكُمْ آيَةً. (الاعراف:۷۳)

"تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے، یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے۔"

لفظ "بینۃ" حسی اور عقلی دونوں قسموں کے دلائل کے لئے بولا جاتا ہے، کبھی "آیۃ" اور "بینۃ" کے بجائے "برہان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

فَذٰنِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ (القصص:۳۲)

"سو یہ (تمہاری نبوت کی) دو سندیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے (جس کا تم کو حکم کیا جاتا ہے) کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔"

ایک مقام پر لفظ "سلطان" سے بھی اس مفہوم کو بیان فرمایا گیا ہے:

تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ. (ابراہیم:۱۰)

"تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباء واجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے

اصحاب کبار رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ کی صداقت اور راستی کی حقیقت کو ظاہری آیات ومعجزات کی روشنی میں تلاش نہیں کیا، ان کے لئے آپ کا سرتاپا وجود، نفس دعوت حق، اور پیام اخلاق ہی معجزہ تھا، انھوں نے اسی کو دیکھا اور اسی سے ایمان کی دولت پائی۔

ہم کو روک دو، سو کوئی صاف معجزہ دکھاؤ۔''

لیکن یہ تمام الفاظ دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور خود قرآن نے ان کو دوسرے مفہوم میں بھی بیان کیا ہے۔

لفظ ''آیۃ'' جس کی جمع ''آیات'' ہے، اس کے بنیادی معنی نشانی اور علامت ہے، یہ نشانیاں کئی طرح کی ہوتی ہیں۔

نا ممکن کو ممکن بنا دینا ''انہونی'' کو ''ہونی'' بنا دینا معجزہ ہے، کیونکہ اس کے آگے سارے انسان ہار جاتے ہیں کہ وہ اس طرح کی بات نہیں کر سکتے، لیکن ''معجزہ'' اس خاص مفہوم میں قرآن کریم میں وارد نہیں ہوا۔

(۱) کسی انسان کی بنا کردہ عمارت جو اس کی جاہ و منزلت کو باور کرائے جیسے اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ. (الشعراء:۱۲۸)

''کیا تم ہر اونچے مقام پر بارگاہ کے طور پر جس کو محض فضول بلا ضرورت بناتے ہو۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی تخلیق و ایجادات جس کے مقابلے میں کوئی بشر، کوئی مخلوق اپنی قدرت کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا، جیسے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا.

(یوسف:۱۰۵)

''اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمینوں میں جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا ہے۔''

(۳) قرآن کریم کا ہر مکمل جملہ جیسے:

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ.

(البقرۃ:۲۵۲)

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں۔''

اسی طرح دوسرے الفاظ ''سلطان'' ''بیّنۃ'' اور ''برہان'' دوسرے معانی میں بھی قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں، لہٰذا اشتراکِ لفظی (اختلافِ معنوی) سے بچنے کے لئے علمائے بلاغت نے (جن میں زیادہ تر معتزلہ تھے) لفظ ''اعجاز'' و ''معجز'' خاص کا نام ''اعجاز القرآن'' رکھا، اور اس فن کو آگے بڑھانے میں النظام (متوفی ۲۳۱ھ) نے حصہ لیا اور یہ وہی معتزلہ مصنف ہیں جنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کریم ذاتی طور پر معجزہ نہیں ہے، بلکہ اس لحاظ سے معجزہ ہے کہ اس کو پڑھ کر لوگوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس کی نقل کریں''

اصطلاح میں اس کو ''صرفہ'' کہتے ہیں۔

بہر حال لفظ معجزہ اسی دور کی پیداوار ہے ہم اس کی تفصیل اس کی کتاب کے دوسرے باب میں پیش کریں گے۔

واضح رہے کہ ان معجزات کا لازمی اثر یہ نہیں ہوتا کہ ان کو دیکھ کر ایمان لے ہی آئیں، بلکہ اس کے بالکل برخلاف معاندین ان کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا

(الاعراف:۱۴۶)

''اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی اس پر ایمان نہ لاویں''

اور زیادہ ڈھٹائی اور عناد کا بھی اظہار کرتے ہیں:

وَكَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا فَاَخَذْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ.

(آل عمران:۱۱)

''انھوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر داروگیر فرمائی ان کے گناہوں کے سبب۔''

اور جن کو ایمان لانا تھا ان کے لئے پیغمبر وقت کی سیرت، راست گوئی، معاملات میں صداقت شعاری، اپنی جگہ پر خود ایک بڑی دلیل اور برہان تھا، سابقین اولین جو ایمان لائے، وہ صرف آپ کی سیرت کو دیکھ کر ایمان لائے تھے، جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ اس پہلے تجربہ سے گذرے تو آپ پر لرزہ طاری تھا، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جن الفاظ میں دلاسا دیا اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی سیرت خود ایک مجسم معجزہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا'' لقد خشیت علی نفسی'' یعنی مجھے اپنی جان کا خطرہ معلوم ہوتا ہے، اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:

كلاّ، والله ما يخزيك الله أبدا، انك لتصل الرحم، وتحمل الكلّ، وتكسب المعدوم، وتقرى الضيف، وتعين على نوائب الحق (۳)

''ہرگز نہیں (آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں) اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ناکام نہیں کرے گا، آپ قرابت مندوں کا حق ادا کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ خود اپنے سر پر لے لیتے ہیں، نادار کی دادرسی کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور جب کسی پر واقعی افتاد پڑتی ہے تو آپ اس کی مدد فرماتے ہیں۔''

سیرت نبوی کے یہ نمایاں پہلو آپ کا بہترین معجزہ تھے، جن کا اعتراف شب و روز کی رفاقت کرنے والی دیدہ ور خاتونِ عرب نے کیا تھا، اور انہی باتوں نے ام المومنینؓ کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پر مائل کیا۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی قدس اللہ

سرہ نے سیرۃ النبیؐ کی تیسری جلد ''مشتمل بر دلائل و معجزات'' مرتب فرمائی ہے جو اپنے علمی و تحقیقی اسلوب اور جامعیت کے لحاظ سے ایک بیش بہا تحفہ ہے، مذکورہ بالا مضمون کے سلسلہ میں آپ کی تحریر کی چند سطریں تبرّکاً اور استناداً نقل کرتا ہوں:

''گو پیغمبر کا اصلی معجزہ اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی خود اس کا سرتاپا وجود ہوتا ہے، دیکھنے والوں کے لئے اس کی چشم و ابرو میں اور سننے والوں کے لئے اس کے لب و لہجہ میں، اور سمجھنے والوں کے لئے اس کے پیام و دعوت میں اعجاز ہوتا ہے، لیکن جو لوگ احساس حقیقت میں فروتر ہوتے ہیں، ان کو اس سے تسکین نہیں ہوتی اور وہ مادی اور محسوس نشانیوں کے طلب گار ہوتے ہیں، جو بالآخر ان کو دی جاتی ہیں، لیکن انبیاء کے متبعین میں سے سابقین اولین اور صدیقین و صالحین نے اپنے پیغمبروں سے معجزہ طلب نہیں کیا، حضرت ہارونؑ و یوشعؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ان کو پیغمبر نہیں تسلیم کیا تھا، بلکہ انکی سیرت اور کردار کا اثر قبول کیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کا معجزہ دیکھ کر آسمانی دولت کا حصہ نہیں پایا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، مگر چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھ کر نہیں بلکہ یہ جان کر کہ ''آپ غریبوں کے دست بازو ہیں، قرض داروں کی تسکین و سہارا ہیں، مسافروں کے ملجا و ماویٰ ہیں (۴) حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور دیگر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ کی صداقت اور راستی کی حقیقت کو ظاہری آیات و معجزات کی روشنی میں تلاش نہیں کیا، ان کے لئے آپ کا سرتاپا وجود، نفس دعوت حق، اور پیام اخلاق ہی معجزہ تھا، انھوں نے اسی کو دیکھا اور اسی سے ایمان کی دولت پائی۔'' (۵)

دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے قرآن کریم کو کاہنوں کے کلام کی نقل کہا، یا شاعری سمجھی، یا مجنونانہ بات کہی، ان کے الزامات اور ملحدانہ اتہامات سے بھی ایک بات کھل کر سامنے آئی کہ انھوں نے قرآن کو خواہ منزّل من اللہ تسلیم نہ کیا ہو مگر اس کو ایک پُر تأثیر کلام مانا جو دل کے تار ہلا دے اور ذہن و وجدان کو جھنجھوڑ دے۔

قرآن کے من جانب اللہ ہونے کی تائید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہونے کی تردید میں قرآن کریم نے ایک دو جگہ نہیں بلکہ مکرر اور سہ کرر متعدد آیات میں اس کا ذکر کیا ہے، ان آیات کریمہ کو پڑھنے کے بعد ایک سوال ذہن میں اٹھتا ہے کہ قرآن کریم کو بار بار یہ جتلانے کی کیا ضرورت تھی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے تصنیف نہیں کی ہے، نہ ان آیات کی نزول میں آپ کی خواہش کا دخل ہے، اور قرآن کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ذریعہ اور واسطہ ہیں، آپ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے سنا اور آپؐ سے انسانوں کہ یہ نعمت ملی۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (النجم:۳-۴)

''اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد گرامی وحی ہے، جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔''

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن پر ایمان نہ لانے والے قرآن کی جیسی ایک سورۃ بھی نہیں بنا سکے، مگر اپنی کدورت، قرآن سے بغض، اسلامی دعوت کے پھیلنے سے دہشت اور خوف ان پر طاری رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے غم و غصہ کو چھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکے، اور طرح طرح سے بدگوئی، مسخرہ پن، طنز و طعن کے زہر میں بجھے ہوئے الفاظ سے سب و شتم کے تیر برساتے رہے، وہ قرآن کا جواب تو نہ دے سکے مگر اپنی دریدہ دہنی اور بے ہودگی سے اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے رہے، جس کی وجہ سے بہت سے سادہ دل عرب قرآن سننے اور پڑھنے کی طرف مائل نہیں ہو رہے تھے، لہٰذا ضرورت تھی کہ سب سے پہلے اسی پہلو پر زور دیا جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، چنانچہ آپ نے دیکھا کہ قرآن کریم کی ۲۶ر سورتوں میں سے جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں اسی پر زور دیا گیا ہے اور آیات تحدّی کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر قرآن کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً:

اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ.

(الزخرف:۴۴)

''اور قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بے شک بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے۔''

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ. (الحجر:۲۳)

''اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔''

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ. (الزمر:۲۳)

''اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے، جو

ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

اور ان آیات کے علاوہ متعدد مقامات پر اس طرح کے اشارے موجود ہیں، اس تحدّی اور تاکید پر کفار قریش نے کیا کہا وہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ. (الانفال:۳۱)

"اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہلا دیں، یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔"

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ. (الحجر:۶)

"اور ان کفار (مکہ) نے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنوں ہو۔"

قرآن پر ایمان لانے والوں سے کہا کرتے تھے:

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ.

(الانبیاء:۳)

"تو کیا تم پھر بھی جادو کی بات سننے (ان کے پاس) جاؤ گے، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

اِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ.

(الصافات:۳۶)

"کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے؟"

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ قرآن کریم جب نازل ہوا تو اس کے مخاطب دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جو سنکر ایمان لائے جیسے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے ایمان لانے کا واقعہ اس کتاب کی تمہید میں نقل کیا جاچکا، دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے قرآن کریم کو کاہنوں کے کلام کی نقل کہا، یا شاعری سمجھی، یا مجنونانہ بات کہی، ان کے الزامات اور ملحدانہ اتہامات سے بھی ایک بات کھل کر سامنے آئی کہ انھوں نے قرآن کو خواہ منزّل من اللہ تسلیم نہ کیا ہو مگر اس کو ایک پُر تاثیر کلام مانا جو دل کے تار ہلا دے اور ذہن و وجدان کو جھنجھوڑ دے۔

کفار کے پروپیگنڈوں میں سب سے زیادہ طاقت کے ساتھ ایک بات کہی گئی اور جس کو وہ بار بار دہراتے رہے اور جس کو بہانہ بنا کر دوسرے قبائل کو اسلام سے روکتے رہے، وہ سحر بیانی کا الزام ہے، اس لئے ہم پہلے اسی بات کی وضاحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ سحر اور وحی میں کیا فرق ہے۔ (جاری)

❁❁

حواشی

(۱) خاص طور پر شیخ المعتزلہ واصل بن عطاء متوفی ۱۳۱ھ کا نام اس سلسلہ میں نمایاں ہے اور علمائے اہل سنت میں کسی نے اس پر نکیر نہیں کی ہے، کیونکہ دوسرے الفاظ جو اس مفہوم کے لئے قرآن کریم میں آئے ہیں سب مشترک لفظی ہیں۔

(۲) مصطفیٰ مسلم، مباحث فی اعجاز القرآن - دار القلم دمشق۔

(۳) صحیح بخاری، باب بدء الوحی

(۴) صحیح بخاری باب بدء الوحی

(۵) سیرۃ النبیؐ ج:۱، ۳۴۰ ص:۴، ۵

اس جلد میں معجزات پر علمی بحث، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں ان کی صداقت پر مولانا عبد الباریؒ استاذ فلسفۂ جدید جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کے قلم سے ہے جو علاحدہ بھی ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔

پیغام

عامر عثمانی

ہر گام پہ توپیں گرجیں گی ہر بام پہ گولے برسیں گے
ہر شاخ جلا دی جائے گی ہر نخل پہ اولے برسیں گے
بڑھنا ہے اگر اس میداں میں ہر غم کو بھلا کر آگے بڑھ
ایمان و یقیں کو قسمت کی تحریر بنا کر آگے بڑھ
آہنگ نفس سے غلغلۂ تقدیر اٹھا کر آگے بڑھ
اپنے ہی دھڑکتے سینہ پر اک زخم لگا کر آگے بڑھ
وہ نعرہ لگا تو میداں میں شیروں کے بھی سینے پھٹ جائیں
ہر جنبشِ چشمِ ابرو سے شیطان کے لشکر کٹ جائیں
مانا کہ بساطِ عالم پر مجبور ہے تو لاچار ہے تو
باطل کی عساکر کے آگے ٹوٹی ہوئی اک تلوار ہے تو
آباد ہے وہ برباد ہے تو، زردار ہیں وہ نادار ہے تو
وہ روئے زمیں کے مالک ہیں اور دوشِ زمیں پر بار ہے تو
لیکن یہ جہاں سب تیرا ہے، تاریخِ سلف دُہراتا چل
ایمان و عمل کے بربط پر اسلام کا نغمہ گاتا چل

"ہزارہ سوم"

اور تیسری عالمی جنگ کے اندیشے

تحریر: عبد العزیز مصطفیٰ کامل ——— ترجمانی: مولانا سید سلمان الحسینی ندوی

(عبد العزیز مصطفیٰ کامل کی کتاب "خمسی" ۲۰۰۰ء (سن دو ہزار کا بخار) اس لحاظ سے ایک اہم اور چشم کشا کتاب ہے کہ فاضل مصنف نے اس میں مذہب و تہذیب کی بنیاد پر مسلمانوں سے بغض و عداوت رکھنے والے گروہ کی نشاندہی کی ہے، یہ گروہ وہی ہے، جسے صہیونیت کا علمبردار کہا جاتا ہے اور دجل و فریب جس کا وطیرہ ہے، مسلمانوں سے نفرت و دشمنی اس کے عقیدہ کا ایک حصہ ہے، اس کی تائید اس کی مذہبی کتابوں سے ہوتی ہے، اور ایک ایسے "نیو ورلڈ آرڈر" کا اشارہ ملتا ہے جو ایک بڑی مذہبی جنگ کے بعد قائم ہوگا اور اس میں حکمرانی دجّال کی ہوگی، وہ اس دجّال کے منتظر ہیں جو ان کے نزدیک مسیح ہوگا چنانچہ یہ طبقہ اپنے اس مسیح (دجّال) کا انتظار کر رہا ہے، ــــ مصنف نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ اس طبقہ کی مذہبی کتابوں اور ان کے بنیادی ماخذ کی روشنی میں تحریر کیا ہے اور حوالہ جات بھی دئے ہیں جس سے صہیونیت کے چہرہ سے نقاب اٹھتا ہے، اور ان کے ناپاک عزائم سے ایک قاری آگاہ ہو سکتا ہے ــــ یاد رہے کہ یہ کتاب ۱۹۹۹ء میں لکھی گئی ہے۔

گذشتہ شمارہ میں آپ نے اس موضوع پر پڑھا تھا کہ انگلیکان پروٹسٹنٹ (غالی نصرانی گروہ) کے نزدیک نئی صدی کی ابتداء میں ایک تیسری عالمی جنگ ہوگی اور اس طرح "عوام" کے دنوں کو خاتمہ ہوگا اور یہ "خواص" کے لئے آنے والے مسیح کے پیروکار کا زمانہ ہوگا ان آخری ایام کی تیاری کے لئے وہ ایسے اقدامات کریں گے جو ان کے نزدیک "آخری ایام" کی علامتیں ہوں گی، جن میں مسجد اقصیٰ کا انہدام، ہیکل کی تعمیر، سرخ گائے کے ظہور کا اعلان، شہر قدس میں متشدد مذہبی لوگوں کو بسانے کے لئے کوششیں شامل ہیں، ان کے نزدیک آخری ایام کا ظہور قیامت صغریٰ کی شکل میں ہوگا جو قیامت کبریٰ کی راہ ہموار کرے گی۔ تورات کی یہودی تشریح "تلمود" ہے اس میں بھی ایک ناگزیر جنگ کی بات کہی گئی ہے، علاوہ ازیں قریبی دور میں تیار کردہ "پروٹوکول" میں بھی اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے، "تلمود" کے مطابق اس جنگ میں دنیا کی دو تہائی آبادی ہلاک ہو جائے گی، یہودی ماخذ بتاتے ہیں کہ اس ناگزیر جنگ کا انجیل میں نہ صرف تذکرہ ہے بلکہ اس جگہ کی تعیین بھی ہے، جہاں یہ جنگ ہوگی وہ فلسطین میں "مجدّو" کا میدان ہوگا جہاں مسیح کی دوسری آمد کے وقت تاریخ کا سب سے بڑا معرکہ پیش آئے گا، اس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان اس معرکہ کے وقوع کا تعین مشترک ہے، یہودی اور عیسائی کی کتابوں کے اقتباسات بتاتے ہیں کہ اس معرکہ میں تمام قومیں الجھ جائیں گی لیکن اولاً اس کی آگ شرق اوسط اور بالخصوص فلسطین میں لگے گی۔

گذشتہ شمارہ میں بھی "انگلیکان" کا ذکر آیا تھا، یہ متشدد پروٹسٹنٹ عیسائی ہیں جو انجیل کے ساتھ تورات پر بھی حرفاً حرفاً عمل کے مدعی ہیں، "منتظر عالمی معرکہ" کے وقوع پذیر ہونے کا ان کو یقین کامل ہے، اس تیسری عالمی جنگ کے موضوع پر یورپ میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی انگلیکان اپنے لئے "صہیونی مسیحی کنفیڈریشن" کا نام تجویز کرتے ہیں وہ امریکہ میں ایک مذہبی تحریک کی قیادت کر رہے ہیں اور امریکہ کی سیاست کو اپنی رہنمائی میں چلانا چاہتے ہیں جس کے اثرات امریکی سیاست پر مرتب ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ملاحظہ فرمایئے زیر نظر تحریر ——— (ا-ش)

اب انگلیکان ۲۰۰۰ء کے انتخابات میں امریکا میں ایک انگلیکان بنیاد پرست کو اقتدار کی باگ ڈور سونپنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں، اور انھوں نے فیصلہ کن، سخت صدارتی انتخاب کی مہم چھیڑ رکھی ہے (یاد رہے کہ یہ کتاب ۲۰۰۰ء میں لکھی گئی تھی) عیسائی فیڈریشن یا کولیشن کے لیڈر روبنسن نے یہ مہم ایسی تیاریوں کے ساتھ چھیڑی ہے کہ جو تجزیہ نگاروں کے خیال میں افسانوی حیثیت کی ہیں۔

اخبار لاس انجلس ٹائمز نے بتاریخ ۱۳/۳ ۱۹۹۹ء کو یہ خبر شائع کی کہ امریکی پادری (پاٹ روبنسن) نے ایک مہم چھیڑی ہے جس کا بجٹ بیس کروڑ دس لاکھ ڈالر ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ بنیاد پرست ووٹروں کو صدارتی انتخاب اور کانگریس کے ممبران منتخب کرنے کے لئے ووٹنگ سنٹرز تک پہونچانے کا اہتمام کیا جائے، اس کے منصوبہ میں یہ بھی ہے کہ پندرہ لاکھ ورکروں کے ذریعہ پندرہ کروڑ ووٹروں کے ووٹ دائیں بازو والے بنیاد پرست امیدواروں کے حق میں دلوانے ہیں، اس مہم کی تفصیلات کا اعلان کرتے ہوئے امریکی پادری نے کہا کہ اس کی فیڈریشن سے متعلق ورکرز سات کروڑ پچاس لاکھ انتخابی گائڈ تقسیم کریں گے اور دس لاکھ کلیساؤں میں سیاسی ورک انجام دیں گے، جہاں تک ان مسائل اور ایشوز کا تعلق ہے جن پر مہم مرکوز کی جائے گی، تو پادری کا کہنا تھا، کہ عیسائی فیڈریشن بنیادی طور پر مذہبی مسائل سے دلچسپی رکھتا ہے جن کا امریکہ کو سامنا ہے، اور اسے سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہے کہ چین نے امریکہ کے نیوکلیائی ٹکنالوجیکل راز حاصل کر لئے ہیں۔ (۱)

اس پادری نے ۱۹۸۶ء کے انتخابات میں خود اپنے کو میدان میں اتارنے کا فیصلہ کیا تھا اور اگرچہ اس وقت وہ اتنے وسائل و ذرائع کا مالک نہیں تھا جتنے کا اب ہے لیکن پھر بھی نیویارک ٹائمز نے اپنے تبصرہ میں کہا تھا:

"دو کروڑ چالیس لاکھ افراد اس عیسائی نیلی ویژن کی براڈ کاسٹ کا مشاہدہ کرتے ہیں جس پر (پاٹ روبنسن) کا قبضہ ہے، اور اس کے امیدوار ہونے کا امکان معاونین اور فائینسرز کی لمبی

فہرستوں پر مبنی ہے اور اس کے ٹی وی چینل کا نظارہ کرنے والوں کی تعداد پر ہے جو ٹائمز نیوز ویک، نیویارک ٹائمز، لاس انجلس ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ کے قارئین کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہیں، اور یہ بے تاج کا عیسائی بادشاہ اسرائیل پر کلی ایمان رکھتا ہے، اور یہ کہ اسرائیل ہی وہ محور ہے جس کے گرد "آخری ایام" کے تمام واقعات گردش کریں گے، اسکا کہنا ہے: کہ اسرائیل کا دوبارہ وجود ہی تنہا اس بات کا اشارہ ہے کہ دنیا کے اختتام کے دن کی گنتی شروع ہو گئی، لہذا اب باقی پیشین گوئیاں بھی جلدی پوری ہوں گی۔

انگلیکان اور ھرمجدّون:

انگلیکان ظاہر پرست اور حرفی لوگ ہیں، اسی لئے وہ تورات وانجیل میں آخری معرکہ کی مذکورہ تفصیلات مکانی وزمانی اور آئندہ واقعات، اشخاص کے ناموں، زعیموں، شہروں، سمندروں، نہروں اور درختوں کو حرفاً حرفاً مانتے ہیں، ان کے نزدیک تورات وانجیل میں ظاہر اور باطن مراد میں کوئی فرق نہیں لہذا ان کے نزدیک تورات وانجیل میں ذکر کردہ مسیح کے مددگاروں کا اپنے دشمنوں سے تلواروں، نیزوں، اور گھوڑوں کے ذریعہ جنگ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ موجودہ مادی تہذیب وتمدن فنا کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے اور لوگ دوبارہ پھر ابتدائی دور کی زندگی کی طرف واپس عود کر جائیں گے۔

وہ مذہبی نصوص جن میں سے بعض کا ہم ذکر کر چکے ہیں، اسی طرح کے اندیشے اور توقعات پیش کرتے ہیں، جو روئے زمین پر انسان کی خلافت کی المناک انتہا کی تصویر کشی کرتے ہیں، اس انگلیکان مذہبی رجحان کے علمبرداروں کی باتیں سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانوں کی زبان سے خوفناک شیاطین بول رہے ہیں۔

جب امریکن صحافی خاتون (گریس ہال سیل) نے ایک انگلیکان عیسائی سے دریافت کیا کہ رحمت وسلامتی کا خدا آخر نیوکلیائی جنگ کیوں چاہتا ہے، تو اس نے کہا: ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ نے ہی انسانوں کو اس تباہ کن طاقت کی ٹیکنک اور پیداوار سکھائی، تو اللہ کے لئے یہ انوکھی چیز نہیں ہے اور اس کی مشیئت کے بغیر اس کا استعمال نہیں ہوگا (۲)

(ہال لینڈسی) اپنی کتاب بنام (نئی آئندہ دنیا) میں لکھتا ہے: ذرا سوچو ان فوجوں کے بارے میں جن میں بیس کروڑ فوجی مشرق کی سمت سے آئیں گے اور یورپ سے بھی لاکھوں ان کے ساتھ شریک ہوں گے جن کی قیادت مسیح کے دشمن کریں گے، عیسیٰ مسیح پہلے ان کو ماریں گے جنہوں نے شہر قدس کو گندہ کر رکھا ہوگا، پھر "ھرمجدون" میں جمع ہونے والے لشکروں کو ماریں گے، پھر تعجب کی بات نہیں ہے کہ گھوڑوں کی لگاموں تک خون ہی خون ہوگا، شہر قدس سے دوسو میل کی مسافت تک اور یہ وادی جنگی آلات، حیوانات انسانوں کی لاشوں اور خون سے بھر جائیں گی، وہ مزید لکھتا ہے:

"صورت حال ایسی لگتی ہے کہ ناقابل تسلیم و تصدیق ہو، انسانی عقل کے بس سے باہر ہے کہ وہ انسان کی انسان کے خلاف وحشت ناکی کا تصور کر سکے، لیکن بہر حال اللہ اس دن انسانی مزاج کو ان واقعات کو وجود میں لانے کے لئے تیار کر دے گا۔

یہ ہے حقیقت اور امر واقعہ، لہذا تیسری جنگ عظیم ان کے نزدیک محض ایک آئندہ کی توقع نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تقدیری فیصلہ ہے، جس کو ماننا ہے اور ان مجنونوں کے نقطہ نظر سے اس کی کوشش کرنا ہے مصالحتی فارمولے، اور بین الاقوامی مصالحتی کوششیں ان انگلیکان کی نظروں میں خدا کی تقدیر کو چیلنج ہے۔

(جیمی سوگارٹ) مشہور انگلیکان امریکن بشپ نے ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء میں ایک تقریر میں کہا تھا اور گویا وہ ڈرامہ اسٹیج کر رہا تھا:

"میں اتنا کرتا تھا کہ یہ کہہ سکوں کہ ہم لوگ امن وسلامتی حاصل کر لیں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ "ھرمجدّون" ہو کر رہے گی، ھرمجدون ایک آئندہ واقعہ ہے اور اس کا میدان جنگ "مجیدو" وادی ہوگا، وہ پیش آنے والی ہے، وہ امن معاہدوں پر دستخط کر سکتے ہیں، لیکن اس سے حاصل کچھ نہ ہوگا، سیاہ دن آنے والے ہیں، میں آنے والی جہنم میں داخلہ کی کوئی منصوبہ بندی نہیں کر رہا ہوں لیکن خدا اپنی بلندی سے نزول فرمائے گا، اے خداوندا میں اس لئے خوش بخت ہوں کہ وہ دوبارہ آئے گا، بیشک ھرمجدّون میری روح کو تازگی بخشتا ہے"

آخر اس روحانی تازگی کا کیا سبب ہے جو خون کی بوندوں اور تباہ شہروں کے ملبوں کے دھوؤں سے حاصل کی جانے والی ہے؟ انسانوں کے خلاف یہودیوں کے تاریخی کینہ کی یہ ایک نئی فصل ہے، جس کی چھوت ان عیسائیوں کو بھی لگ گئی ہے جو کبھی "خدا محبت ہے" کے شعار کے تحت امن وسلامتی کی گفتگوؤں کے بہت دلدادہ تھے۔

(جویم) یا کافر، یا عوام، یا جنٹائل، (حقیر اقوام) جن کو خدا نے یہودیوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے کینہ پرور نفسیاتی مرض کی سوچ میں یہودیوں کے ساتھ پروٹسٹنٹ عیسائی بھی شریک ہو گئے۔

غیر یہودی اور غیر پروٹسٹنٹ "عوام" کی ہلاکت کی "مذہبی باتیں" ان کی روحوں کو نشاط فراہم کرتی ہیں اور ان کے کانوں کو اچھی لگتی ہیں۔

نمایاں انگلیکان بشپ (جیری فال ویل) نے ۱۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو "ھرمجدون" کے واقعات کے بارے میں لکچر دیتے ہوئے کہا تھا:

"ہمارا مسیحی ہونا کتنی عظیم بات ہے، ہمارے سامنے ایک شاندار مستقبل ہے، ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ معرکہ اور عالمی جنگ عوام (جنٹائل - Gentiles) کے زمانہ کا خاتمہ ہوگا، کیونکہ اس کے

بعد اسٹیج ہمارے رب مسیح کی پوری قوت وعظمت کے ساتھ آمد کے لئے تیار ہو جائے گا۔"

"ھرمجدون" کے متعلق اس کے سیاہ وسرخ دونوں کے آنے کی صرف خوبصورت امیدوں تک ٹھہرنا نہیں چاہتے، بلکہ وہ اس کا اسٹیج تیار کرنے میں لگے ہیں، اخبار لاس انجلس ٹائمز نے بشپ فال ویل سے ۴ مارچ ۱۹۸۱ء میں انٹرویو لیتے ہوئے عالمی نیوکلیائی جنگ کی کیفیت کے تصورات کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:

"میرا اعتقاد ہے کہ روس میں بحرانی حالات پیدا ہوں گے، سرفہرست پٹرول کا بحران ہے، اس کے پاس ریزرو پٹرول بھی ختم ہو جائے گا، اس وقت وہ شرق اوسط اور اسرائیل کی طرف بڑھے گا، اور جب ایسا ہوگا تو جہنم کے دروازے کھل جائیں گے۔

اسی بشپ نے دو سال بعد ایک کتاب بعنوان "نیوکلیائی جنگ اور دوسری آمد" شائع کی، اس میں ایک فصل اس جنگ کے بارے میں ہے جس کو روس برپا کرے گا، اور یہ پیشن گوئی کی کہ شرق اوسط میں وہ جنگ ہوگی جس میں اس فوج کے چھ حصوں میں سے پانچ حصے کتاب جز قیل کی پیشن گوئی کے مطابق تہ وبالا ہو جائیں گے، "فال ویل" نے پھر کہا:

"اس سے رب کی واپسی کے قرب زمانہ کا پہلا جشن شروع ہو جائے گا پھر دوسرا جشن "ھرمجدون" جنگ کے اختتام پر ہوگا۔"

لیکن بالخصوص روس کا ذکر کیوں؟ واقعہ یہ ہے کہ انگلیکان کا یہ دعویٰ ہے کہ دوسرے ملکوں کے ساتھ روس کے ناموں کا ذکر مقدس کتابوں میں اس حیثیت سے آیا ہے کہ وہ "ھرمجدون" جنگ میں دشمن کی اگلی فوجوں میں ہوں گے۔

تورات کی کتاب حزقیل میں فصل ۳۸، ۳۹ میں (روش) کا لفظ آیا ہے جو (روسیا) ہی ہے اور (ماشک) کا لفظ بھی ہے (جو ماسکو) پر صادق آتا ہے اور (توبال) کا ذکر آیا ہے جو روس کا بڑا شہر "تیبولسک" ہے۔ کتاب حزقیل میں (فارس) کا بھی ذکر آیا ہے جو (ایران) ہے جس کے بارے میں قطعیت کے ساتھ وہ کہتے ہیں کہ وہ "ھرمجدون" کی جنگ میں اہم شریک ہوگا اور (کومر) کے مذکورہ علاقہ سے مراد ان کے نزدیک مشرقی یورپ کے ممالک ہیں جیسا کہ تورات کے دور میں مشہور تھا، اور (توغارما) سے مراد قوقاز کے علاقے ہیں، وہ (بیسا) کو بھی شامل کرنا نہیں بھولتے، جس کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ وہی (بوت) ہے جس میں حسب بیان تورات (للیبون) رہتے ہیں، اور افریقہ کی پٹی کا وہ علاقہ جس میں (ایتھوپیا) ہے اور اس کے ساتھ وہ سوڈان اور جنوبی یمن (غومر) کو بھی شامل کرتے ہیں، رہا عراق تو یہ گناہ گار (آشور) اور زنا کار (بابل) ہے، جس کا تذکرہ تورات میں بڑے غیظ وغضب اور کینہ پرور لہجہ میں ہے۔

جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے تو وہ یہی معروف اسرائیل ہے، اور جس کے لئے اس کے بانیوں نے وہی نام اختیار کیا جس کا ذکر آخری ایام میں حسب بیان تورات اسرائیل ہی ہوگا، اور جو اس بنیاد پر عالمی واقعات کا مرکز ہوگا بتاہی کے راستے پر:

تیسری عالمی جنگ کے بھڑکنے کا احتمال عالمی اسلحہ کی دوڑ کی مجنونانہ پالیسیوں کی روشنی میں ناممکن احتمالات میں نہیں رہا، یہ پالیسیاں اس نقطہ تک پہنچ گئی ہیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں، امریکا نے چالیس کی دہائی میں نیوکلیائی پاور حاصل کر لیا تھا اور دوسری عالمی جنگ میں اس کا استعمال کر کے تقریباً پانچ کروڑ انسانوں کا قتل عام کیا تھا۔

اسی تاریخ سے امریکا دنیا کی نیوکلیائی دوڑ میں قیادت کر رہا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کا آخری اسٹیشن کہاں ہوگا (ولیم آرکن) اور (ریشیلڈ فیلڈ) کی کتاب "نیوکلیائی جنگوں کے میدان" میں کہا گیا ہے کہ امریکا کے پاس اسی کی دہائی کے شروع تک چالیس صوبوں میں نیوکلیائی ہتھیاروں کے چھ سو تر آلات تھے، اب تک امریکا کے تیار نیوکلیائی ہیڈز کی تعداد چودہ ہزار پانچ سو تک پہونچتی ہے، اور اس کے حدود سے باہر بھی اس کے نیوکلیائی مراکز ہیں جرمنی میں (۳۳۹۶) امریکی ہتھیار ہیں، برطانیہ میں (۱۲۶۸) اٹلی میں (۵۴۹) ترکی میں (۴۸۹) یونان میں (۱۶۴) جنوبی کوریا میں (۱۵۱) ہالینڈ میں (۸۱) بلجیکا میں (۲۵) اور سابق امریکی وزیر دفاع (کلارک کلیفورڈ) کے بیان کے مطابق ان نیوکلیائی ہتھیاروں کی تخریبی اور مہلک مجمل طاقت اس نیوکلیائی بم کے مقابلہ میں جو دوسری عالمی جنگ میں جاپان کے شہر ہیروشیما پر گرایا گیا تھا دس لاکھ گنا زیادہ ہے، اس کے باوجود (کلیفورڈ) نے سوال کرتے ہوئے کہا تھا کہ امریکا کو مستقبل میں کیا کرنا چاہئے، اس نے کہا تھا، کہ ہمیں اور زیادہ ایسے بم تیار کرنے چاہئیں۔

ھل من مزید:

جی ہاں جب تخریب وتباہی کی دوڑ شروع ہوئی جس کا موجد (نوبل) ہے جو ڈائنامائٹ امن سلامتی کا ہیرو اور رمز ہے، تو بڑی طاقتوں نے اس دوڑ میں حصہ لینا شروع کیا تا کہ اس مجنون طاقت پر روک لگائی جا سکے جس نے ناگاساکی اور ہیروشیما پر اپنے جنگی جنون کے بم برسائے تھے، آخر اس "ھرمجدون" ہتھیار کے حصول کے لئے ملکوں کی ریس ہونے لگی یہاں تک کہ ترقی پذیر ممالک بھی اس دوڑ میں شامل ہو گئے جیسا کہ انڈیا اور پاکستان نے کیا، اور آج ہم ایسے دور میں زندگی گزار رہے ہیں جس میں حکومتیں قوموں کا رزق کاٹ کاٹ کر اپنے اسلحہ خانوں کو ہر مہلک اور تباہ کن خطرناک

ہتھیار سے بھر رہی ہیں، اگر ان کو نیوکلیائی پاور کے حصول کے مواقع نہیں ملے، تو کیمیکل اور بیالوجیکل ہتھیاروں کو حاصل کرنے کی ہی کوشش میں لگ جاتی ہیں، یا بالسٹک میزائل کی تیاری میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کو نیوکلیائی ہیڈز سے لیس کیا جاسکے۔

میگزین (جینس ویکلی) نے جو دفاعی معاملات کے ساتھ مخصوص ہے اور لندن سے نکلتا ہے۔ ۱۹۹۹ء کے ایک شمارہ میں لکھا تھا: کہ ہر حکومت خواہ اس کی موجودہ صلاحیت وطاقت کچھ بھی ہو، ۲۰۰۰ء کے ۱۵ سالوں کے اندر براعظموں سے گذرنے والے بالسٹک میزائل استعمال کرنے اور انہیں پھیلانے کی صلاحیت حاصل کرلے گی، میگزین نے اسلحہ کی دوڑ میں اضافہ کی دلیل کے طور پر ایران کا ذکر کیا جس نے ۱۹۹۸ء (شہاب ۳) میزائل کی آزمائش کی، اور شمالی کوریا کا جس نے (تاپے ودونگ میزائل کا تجربہ کیا، اور پاکستان کا جس نے (غوری) میزائل کا تجربہ، ہندوستان کے (اگنی) میزائل کے تجربہ کے ردعمل میں کیا۔

قریب میں امریکا میں ایک کتاب "ھرمجدون کی اسمگلنگ" کے نام سے آئی ہے، جس کے مصنف (رنسلار لی) نے سابق سوویت یونین سے نیوکلیائی مواد کی اسمگلنگ کے خطرناک معاملات کی تفصیلات ذکر کی ہیں، مصنف نے لکھا ہے کہ ڈرگس ہیروئن اور ہتھیاروں کی وسطی ایشیا سے ایران عراق، پاکستان اور شرق اوسط کے دیگر ممالک میں معروف اسمگلنگ کے طریقوں سے بآسانی نیوکلیائی ہتھیاروں یا مواد کی اسمگلنگ بھی ہوسکتی ہے، اس نے اس انارکی کا بھی ذکر کیا ہے جو سوویت یونین کے ٹوٹنے سے ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۴ء تک رہی، جب کہ بہت سا نیوکلیائی مواد ضائع ہوگیا۔

کیا بڑے ممالک کے بعد ترقی پذیر، چھوٹے اور غریب ملکوں پر بات جاکر ٹھہر گئی؟ نہیں بلکہ مغرب میں اس وقت یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی ہے کہ مغرب اور مشرق میں اس وقت ایسی متعدد مسلح جماعتیں اور گروپ تیار ہوگئے ہیں، جن کو کیمیکل، بیالوجیکل، حتیٰ کہ نیوکلیائی (۴) ہتھیار حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہیں، ظاہر ہے کہ اس ساری تخریب اور تباہی کی دوڑ کا سہرا اس کے سر ہے جنہوں نے اس کی ابتداء کی اسرائیل کے یہودی کیا کر رہے ہیں: اسرائیل کے یہودیوں سے (۲۰۰) سے (۳۰۰) تک نیوکلیائی بم تیار کر رکھے ہیں، انہیں "امن وسلامتی" کے پیچھے دوڑنے والے ملکوں کے دارالحکومت کے لئے دس دس بم کافی ہیں دوسری طرف اسرائیل کا محافظ امریکہ ان میں سے کسی ملک کو بھی اس کی اجازت نہیں دے رہا ہے کہ وہ نیوکلیائی بم تیار کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں۔

یہودی اگرچہ عیسائیوں کی طرح "ھرمجدون" کی بات جلد بازی میں نہیں کرتے، لیکن "ھرمجدو" سے دلچسپی رکھنے والوں کی مدد کے لئے وہ ہمہ وقت تیار ہیں، کچھ مدت سے یہ خبریں آرہی ہیں کہ امریکی پنٹاگن نے یہ طے کیا ہے کہ حیفا کو جو مجدو کے علاقہ کے سب سے زیادہ قریب ہے، شرق اوسط میں چھپے امریکی بحری بیڑہ کا دائمی ہیڈ کوارٹر بنایا جائے۔

یہودی کی یہ چھوٹی سی اور حقیر حکومت، عیسائی یورپ کا گریبان اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے، اور اسکا خطرہ ان پر تلوار کی طرح لٹکائے رکھتی ہے کہ وہ براہ راست اس کو جنگ میں گھسیٹ سکتی ہے، اس کا استعمال اس نے ۱۹۷۳ء کی جنگ میں اس دھمکی سے کیا تھا کہ وہ نیوکلیائی ہتھیار استعمال کرے گی، جس کے نتیجہ میں اس وقت کے صدر امریکہ نے پوری دنیا کو نیوکلیائی دھماکہ کی صورت حال کے لئے چوکنا کر دیا تھا، اور اسی طرح کی بات اس وقت دہرائی گئی تھی جب عراق نے تل ابیب پر اسکڈ میزائل مارے تھے، لیکن یہودی اسکو بھی جانتے ہیں کہ وہ اس نیوکلیائی جنگ کے خود بھی بھینٹ چڑھیں گے اس کے لئے ان کے پاس شمشون آپشن (۵)" ہے یعنی وہ اپنے وجود کا خطرہ محسوس کریں گے تو پہلے دوسروں کو بلاتفریق بھینٹ چڑھادیں گے۔

مطلوب غلطیاں یا مفقود حفاظت اس خوفناک وہولناک صورت حال میں مشرق ومغرب کے اسلحہ خانوں کے مالک ومتصرف کیا دنیا کی دوزخ سے لوگوں کو بچاسکیں گے اگر بھول (۶) چوک سے ہی کوئی واقعہ رونما ہوگیا۔

❁❁❁

(۱) خیال رہے کہ ان کے نزدیک چین ہی (جوج ماجوج) کے لشکر کا اولین نمائندہ ہے۔

(۲) دیکھئے النبوۃ والسیاست "نبوت اور سیاست" مقدمہ از محمد اسحاق۔

(۳) ماڈلین اولبرائٹ نے ۱۹۹۹/۲/۴ء کو کانگریس کے سامنے اس خطرہ کے بارے میں کہا کہ صدر کلنٹن کی انتظامیہ نے اس تہرے خطرہ کا مقابلہ کرنے کا عزم کر رکھا ہے جو دہشت گرد حکومتوں، تنظیموں اور انتہاپسندوں کے جال کی شکل میں موجود ہے، نئی صدی کی ابتدا ایک نئے مقابلہ کی ابتدا ہوگی، ہمارے دشمن جنگ کے روایتی میدان نہیں استعمال کریں گے، بلکہ وہ عام تباہی کے ہتھیار استعمال کریں گے، اولبرائٹ نے امریکا کے ایک پنج سالہ منصوبہ کا ذکر کیا جو دہشت گردی کے مقابلہ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور انتظامیہ نے اس کے لئے پچاس ملین ڈالر مختص کئے ہیں۔

(۴) اس سلسلہ میں دیکھئے کتاب "شمشون آپشن" اسرائیلی نیوکلیائی ہتھیاروں کے راز اور بھید از سیمور ھرش، طبع دارالکتاب العربی، الشمشون یہودی افسانوں کا ایک ہیرو ہے جس نے عبادت گاہ کو اپنے اور اپنے دشمنوں پر گرادیا تھا۔

(۵) اخبارات نے شائع کیا تھا کہ صدر بل کلنٹن آخری اقتصادی چوٹی کانفرنس کے دوران نیوکلیائی ہیڈز کے بٹن والے محفوظ بیگ کو بھول گئے تھے۔

ترکی میں اسلامی بیداری

اندیشے اور اُمیدیں

مولانا نذر الحفیظ ندوی

۱۹۹۶ء کے عام انتخابات میں رفاہ پارٹی کو ۲۱/فیصدی ووٹ ملے تھے، لیکن اس کے باوجود فوج نے اس کو سیاسی زندگی سے نکال دیا، تو کیا ترک فوج پھر یہی تاریخ دہرائے گی، یہی اندیشے اس بار بھی لوگوں کے سامنے ہیں، اس سوال کے جواب میں اب تک سیاسی مبصرین اور تجزیہ نگاروں نے بہت سے مضامین لکھے ہیں جن میں انھوں نے دونوں طرح کے خیالات ظاہر کئے ہیں، لیکن سارے مبصرین اس بات پر متفق ہیں کہ:

اس انتخاب میں ان تمام جماعتوں اور شخصیتوں کا جنازہ نکل گیا جو کسی نہ کسی طرح اپنے کو کمالی اور سیکولر یا اشتراکی اور ترقی پسند کہتے تھے، ان کی وفاداریاں امریکہ اور روس سے وابستہ تھیں، اور فوج کے ساتھ ان کا لین دین تھا، یعنی ترک فوج کے جنرلوں کو زبردست مالی رشوتیں دے کر اپنا اقتدار مضبوط بناتے اور دونوں ہاتھوں سے عوام کو لوٹتے، کمال سے لے کر اس وقت تک تمام سیاسی پارٹیوں نے یہی کیا اور سیکولر دستور کی حفاظت کے نام اور کمالی روح کا نعرہ لگا کر دینی واخلاقی زندگی اور شخصی وفکری آزادی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے رہے، آخری دس سالوں میں تو حجاب کے نام پر ترک فوج نے اتنی زیادتی کی کہ امریکی رسالہ ٹائم تک نے طنز کیا کہ ترک فوج کے سامنے بجز حجاب کے مسئلہ کے کچھ اور مسئلہ ہے ہی نہیں، اس کو گرتے ہوئے اقتصادی حالات اور سیاسی انتشار کی پروا نہیں، خود امریکی حکومت نے رفاہ پارٹی کے خلاف فوج کو اقدام کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب اربکان نے امریکہ کی مرضی کے خلاف ایران کے ساتھ گیس کی سپلائی کا معاہدہ کیا تب اس نے فوج کو ہری جھنڈی دکھادی۔

دوسری بات اس انتخاب سے یہ ثابت ہوگئی کہ جن شخصیتوں اور جماعتوں کو فوج کی حمایت حاصل تھی ترک عوام نے ان کو بھی کوڑے دان میں ڈال دیا، خود ترک فوج کے چیف آف اسٹاف حلمی روزوکوک واشنگٹن میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے کہ "عوام نے اپنا فیصلہ سنادیا ہے، اب سب کا یہ فرض ہے کہ وہ نتائج قبول کرلیں"۔

اس انتخاب کے بعد ہی عبداللہ گل اور رجب الطیب اردوغان کے استقبال کے لئے یورپ وامریکہ کی حکومتوں کے دروازے کھل گئے، یہاں تک کہ ازلی دشمن اسرائیل کے ذمہ داروں نے یہ بیان دیا کہ ہم اس حکومت کا استقبال کرتے ہیں جو جمہوری طریقوں سے وجود میں آئی ہے، ہمیں نئی حکومت سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ دونوں ملکوں کے مفاد میں یہ بات ہے کہ ان دونوں کے درمیان تعلقات مستحکم رہیں۔

سیاسی استحکام اس درجہ حاصل ہوچکا ہے کہ دو تہائی اکثریت جسٹس پارٹی کو حاصل ہوچکی ہے، اس بنا پر اس نے پہلے مرحلے میں اعتماد کا ووٹ حاصل کرلیا، دستور میں جزوی ترمیم کرکے صدر کے پاس بعض قوانین منظوری کے لئے بھیجے لیکن انھوں نے نامنظور کردیا تو پارلیمنٹ نے دوبارہ وہی قانون پھر بھیجا، جس کے بعد ان کے سامنے اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا تھا کہ وہ انھیں منظور کرلیں، اس قانون کی وجہ سے رجب الطیب اردوغان پر سے یہ پابندی اٹھالی گئی کہ وہ پارلیمنٹ میں داخل نہیں ہوسکتے، فوج اور صدر کی مخالفت کے باوجود رجب الطیب نہ صرف پارلیمنٹ میں آگئے بلکہ وزیراعظم بھی بن گئے اور اعتماد کا ووٹ بھی انھوں نے پاس کرلیا، دوسرا سخت مرحلہ یہ درپیش تھا کہ عراق کے معاملے میں ترکی کا رویہ کیا رہے گا، اور کیا وہ قطر، مصر اور پاکستان کی طرح اپنے دین اور قومی مفاد کو امریکی ڈالر کے عوض فروخت کردے گی، اردوغان نے وہ تباہی کی اکثریت سے امریکی پیشکش کو ٹھکرادیا، امریکی فوج کو اپنی سرزمین کو عراق کے خلاف استعمال کے لئے دینے سے انکار کردیا، البتہ فضائی راستہ دے دیا کہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

اس انتخاب کا فوری اثر اقتصادی حالات پر پڑا، وہ اس طرح کہ نتائج کے اعلان کے بعد ابھی حکومت کی تشکیل بھی نہیں ہوئی تھی کہ پانچ ارب ڈالر ترک تاجروں نے بیرونی ملکوں سے نکال کر اپنے ملک کے بینک میں جمع کردیا، اس کے تیسرے ہفتہ مزید پچاس ارب ڈالر جمع کئے گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے، اس اقدام کی وجہ سے ترکی لیرہ کی قیمت میں فوری طور پر اضافہ ہوگیا۔

سابقہ حکومتوں کو ترکی کے اقتصادی ماہرین فساد کی حکومت کہا کرتے تھے، اس عہد فساد میں ایک ڈالر کے عوض ایک لاکھ پچاس ہزار لیرہ ملتے تھے، جو بڑھتے بڑھتے دس لاکھ ستر ہزار لیرہ ہوگئے۔ ۱۹۹۷ء میں قومی پیداوار ایک سو چورانوے ۱۹۴/ارب ڈالر سے گھٹ کر ایک سو

اڑتالیس ارب ڈالر ہوگئی، بے روزگاروں کی تعداد پچیس لاکھ تک پہنچ گئی، ۵۵ر عوام فقر وفاقہ کی سطح تک پہنچ گئے، متوسط آمدنی ایک سو اسی ڈالر ماہانہ ہوگئی، چار لاکھ بیس ہزار اقتصادی یونٹوں نے اپنے دروازے بند کردئے، غیر ملکی قرض تین سو پانچ ارب ڈالر تک پہنچ گیا، امریکہ سے جو قرض دیئے جاتے تھے وہ سب سود کی ادائیگی میں صرف ہوتے تھے، اس کی وجہ سے سیاستدانوں نے خوب خوب عیاشی کی، اور سرمایہ داروں نے بینکوں سے اتنے قرض لئے کہ ایکسیم بینک نے اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کردیا، اسکے نتیجہ میں تیس ارب ڈالر صرف وزراء کی جیبوں میں گئے، بیس ارب ڈالر فوج نے اپنے قبضے میں کئے، دوسری طرف عراق کی سرحد بند ہونے سے ترکی کو سالانہ پچاس ملین ڈالر کا نقصان ہورہا ہے، اقتصادی بدحالی کے علاوہ تعلیم وصحت اور سماجی مسائل بھی ہیں جو فسادی حکومت کے دور کی یادگاریں ہیں اور ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کی ذمہ داری ترک عوام نے جسٹس پارٹی پر ڈال دی ہے، ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تعلیمی ترقی سے اس لئے محروم ہیں کہ انھوں نے داڑھی رکھ لی تھی یا حجاب میں یہ طالبات تعلیم گاہوں میں جاتی تھیں— حجاب کے مسئلہ کو یہودی میڈیا اور ملحد عناصر نے موت وحیات کا مسئلہ بنادیا ہے، فوج بھی اسی کے چشم وابرو پر چلتی ہے، نئی حکومت کے تشکیل ہوتے ہی یہودی میڈیا نے جسٹس پارٹی کے خلاف بڑے پیمانے پر جنگ چھیڑ دی ہے، لیکن اس کا مقابلہ اسلامی پریس بہر حال کررہا ہے، خصوصاً چاروں ٹی وی چینلز یہ مقابلہ کرنے میں پیش پیش ہیں، اور اب تو روز بروز جیسے جیسے حقائق سامنے آرہے ہیں سیکولر اور ملحد وبے دین عناصر اپنے اخلاقی اور مالی فساد کی بدولت رسوا ہوتے جارہے ہیں، یہودی ملکیت کے روزناموں نے جسٹس پارٹی کے قائدین کے خلاف جھوٹے الزامات کی ایک لمبی فہرست پیش کی تھی لیکن چار ماہ گذرنے کے باوجود ابھی ایک الزام بھی ان کے خلاف ثابت نہ کرپائے۔

دوسری طرف نئی حکومت کے بنتے ہی ترکی کے اسٹاک ایکس چینج کی سرگرمی بڑھ گئی، حصص کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا، اقتصادی وتجارتی حلقوں میں اعتماد اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی، ڈالر اور یورو کے مقابلہ میں ترکی لیرہ کی قیمت بڑھ گئی۔

رجب الطیب نے اپنی حکومت کی پہلی ترجیح یہ قرار دی کہ ۳۷ر وزراء کی تعداد کم کرکے صرف چوبیس وزیروں کو رکھا جائے گا، ان کو سرکاری ٹرانسپورٹ اور فون نہیں دیا جائے گا، وہ اپنی نجی گاڑیوں سے سرکاری دفاتر آئیں گے، ان کے دفاتر میں ٹیلیفون کے اخراجات حکومت دے گی وہ اپنے دوروں میں سرکاری ڈاک بنگلوں میں قیام نہیں کریں گے، ان کی حکومت ایسے پچاس ہزار سے زائد گاڑیوں کو فروخت کردے گی جن کے ڈرائیور اور اصلاح پر لاکھوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں، ساڑھے پانچ سو سے زائد ولاز اور سرکاری قیام گاہوں کو فروخت کردیا جائے گا جہاں ممبران پارلیمنٹ ووزراء قیام کرتے تھے، سرکاری وزراء کرائے کے مکانات میں قیام کریں گے، ان سرکاری قیام گاہوں کی فروخت سے ترکی حکومت کو دو ارب ڈالر ملیں گے، جو محدود آمدنی والے شہریوں کے مکانات کی تعمیر پر صرف کئے جائیں گے، رجب الطیب نے یہ اعلان کیا کہ فوج کی تعداد کم کردی جائے گی، اور جو لوگ لازمی فوجی خدمت سے اپنے کو مستثنیٰ کرنا چاہیں گے وہ کچھ فیس دے کر اپنے کو لازمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ کراسکیں گے، اس طرح حکومت کو اس مد میں اچھی خاصی آمدنی ہوگی۔

اردوغان نے یہ تمام اعلانات کرنے سے پہلے مخالف سیاسی جماعتوں سے مشورہ کیا اور فوج کے سربراہ کو بھی اعتماد میں لیا، حالانکہ ان کو اس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ان کے پاس دو تہائی کی اکثریت تھی، اس صورت حال سے حزب مخالف کے پیروں تلے زمین تو کھسک گئی لیکن اگر ان اقدامات کی وہ مخالفت کرتی تو عوام میں ان کا رہا سہا اعتماد بھی ختم ہوجاتا۔

رجب الطیب اگرچہ اربکان کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں لیکن وہ اپنے استاد ومربی کے مقابلے میں خاموش حکمت عملی کو ترجیح دیتے ہیں اور بلاوجہ وہ ترک فوج اور سیکولر عناصر اور صہیونی دشمنوں سے مخالفت مول لینا پسند نہیں کرتے، وہ مرحوم ترک صدر ترگت اوزال کے مسلک کو پسند کرتے ہیں، یعنی خاموش اور تدریجی جدوجہد۔

اس میں شک نہیں کہ ترک فوج، عدالت اور صدر حکومت ان تینوں عناصر سے ہمہ وقت خطرہ ہے کہ یہ تینوں ایسے پاگل ہاتھی کی طرح ہیں کہ کسی وقت بھی اپنے پاؤں تلے بڑی سے بڑی اکثریت کو روند سکتے ہیں، ان تین بڑے خطرات کے ساتھ جو داخلی اور خارجی خطرات رجب کے منتظر ہیں وہ کردوں کا مسئلہ ہے، دوسری طرف یورپی یونین میں شمولیت اور قبرص کا مسئلہ ہے، یورپی یونین کا دباؤ ہے کہ کردوں کا مسئلہ جلد حل کیا جائے، اس طرح قبرص کے مسئلہ سے بھی نمٹا جائے، اردوغان اور عبداللہ گل کا ان نازک حالات میں اتنے چیلنجوں کو قبول کرنا اس پل صراط پر چلنے کے مرادف ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

رجب اور عبداللہ گل دونوں کے طرز عمل اور بیانات میں اب تک غیر معمولی احتیاط برتی جارہی ہے، سیکولر عناصر جن کو ترک فوج اور امریکہ واسرائیل کی سرپرستی حاصل ہے— دونوں نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے، ان کو مشتعل کرنے سے گریز کیا ہے، اس طرح موجودہ نازک حالات میں

امریکی دباؤ کا حکمت عملی کے ساتھ مقابلہ کرنے میں رجب حکومت نے تمام عالم اسلام کے لئے ایک نئی مثال قائم کی ہے، دوسری طرف کردوں کے خلاف ترک فوج کو استعمال کرنے سے انکار کرکے کردوں کو مطمئن کردیا ہے، اس طرح عراق اور ترکی کی سرحد مستحکم ہوگئی ہے، دوسری طرف امریکہ کا یہ منصوبہ ناکام ہوگیا کہ کردوں کو عراق کے خلاف جنگ میں استعمال کیا جائے۔

رجب کی پارٹی نے اقتدار میں آتے ہی اس جدوجہد پر اپنی توجہ مرکوز کردی کہ یورپی یونین میں اس کو داخلہ مل جائے، اس لئے اس نے ترک تاجروں مزدوروں اور اقتصادی ومعاشی ماہرین سے گفتگو کے بعد سب سے پہلے ترکی مصنوعات کو بہتر بنانے اور پیداوار میں اضافہ کرنے کی طرف توجہ کی، اور دوسری طرف کردوں کے علاقہ میں جاری ہنگامی حالات کو ختم کرنے کا اعلان کرکے کردوں کو مزید مطمئن کردیا، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ترکی میں مزدور یونین پر کردوں کا غلبہ ہے، یہ عنصر خوش ہوگیا اور اس نے رجب حکومت کے ساتھ پورے تعاون کی یقین دہانی کرادی ہے۔

رجب حکومت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یورپی یونین میں داخلہ کی زبردست مخالفت یورپی حکومتوں کی طرف سے کی جارہی ہے، فرانسیسی صدر نے کہا کہ ترکی یورپ سے قریب ہے، اس کی آبادی کا ۹۵٪ حصہ یورپ کے باہر ہے، ترکی کو یورپی یونین کا ممبر بنانے کا مطلب یورپی یونین کا خاتمہ ہوگا، دوسری طرف جرمن صدر نے اس درخواست پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یورپ کو سیاسی اور اقتصادی طور سے متحد کرنے کا خواب دیکھ رہ کر جائے گا اگر ترکی کو اس یونین میں جگہ دی گئی اس لئے کہ ترکی کا اپنا مخصوص سیاسی تاریخی اور ثقافتی پس منظر ہے، جیسا کہ مغربی مفکرین کہتے ہیں کہ یورپ میں فی الحال ۹۲ر ملین مسلمان رہتے ہیں لیکن اگر ایشیا کے ستر ملین مسلمان بھی اس یورپی یونین میں شامل ہوگئے تو خود یورپ والوں کا کیا حشر ہوگا لیکن جرمنی میں مقیم ترکوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے کہ ترکی کو یورپی یونین میں داخلہ مل جائے، جس کے دوررس اثرات اور فوری نتیجہ میں سے یہ بھی ہے کہ امریکی دباؤ سے بڑی حد تک ترکی آزاد ہوجائے گا اور سیاسی وفوجی زنجیروں سے آزادی ملنے کے بعد ترکی اپنی اقتصادیات کو مستحکم کرنے میں مشغول ہوجائے گا، فی الحال تو ترکی حکومت نے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے قرض لینا بند کردیا ہے، جس سے یہودی سرمایہ داروں کو تکلیف ہوئی ہے، داخلی طور سے سیکولر عناصر اور فوج کو رشوت ملنے بند ہوگئے ہیں، اس طرح فساد کے بڑے دروازوں کو رجب کی حکومت نے بند کردیا ہے۔

امریکہ نے مجبوراً ہی اس حکومت کو یہ کہہ کر قبول کرلیا ہے کہ جمہوری طرز سے یہ حکومت وجود میں آئی ہے لیکن ترک پارلیمنٹ نے امریکی درخواست جیسے ہی مسترد کی امریکی میڈیا نے طوفان برپا کردیا۔

دوسری طرف پاکستان، بحرین، مراکش اور انڈونیشیا میں سیاسی تبدیلیوں کو بھی مجبوراً قبول کرکے امریکہ نے اپنی پالیسی میں ایک طرح سے تبدیلی کا اعلان کردیا ہے کہ وہ اب اسلام پسند عناصر کی سرپرستی کرے گا تاکہ ان کی شدت پسندی کو کم کیا جاسکے اور ان کو کرسی اقتدار کے حصول میں مدد دے کر ان کے اندر اختلاف پیدا کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کردے گا، وہ ایسے اسلام پسندوں کو چاہتا ہے جو امریکہ کے ساتھ صلح اور امن کے ساتھ رہیں، نہ کہ ایران کی طرح تصادم کی راہ اختیار کریں، اور نہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اسلام پسند برسر اقتدار آتے ہی اسلامی قوانین زبردستی نافذ کرنے کی کوشش کریں، دوسرے الفاظ میں اسلامی دنیا کو چاہئے کہ وہ اسلامی کلچر کے بجائے امریکی کلچر قبول کریں اور اسی کی طاقت کے سایے میں رہیں۔

اس وقت جو حکومت ترکی میں برسر اقتدار ہے اس کو دو تہائی کی اکثریت حاصل ہے، یہ بھی پچاس سال کی مسلسل اور انتھک سیاسی واقتصادی اور سماجی جدوجہد کا نتیجہ ہے، اس پچاس سال کے اندر چار اسلامی جماعتوں کو ختم کیا گیا، دینی وسماجی اور اقتصادی وتعلیمی میدانوں میں ان کی تمام کوششوں کو سبوتاژ کیا گیا، مگر آخر کار مسلسل جدوجہد اور قربانی رنگ لاکر رہی، مخالفین کے ساتھ نرمی کا رویہ، افہام وتفہیم، تعلیمی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں مسلسل جدوجہد نے بڑے سخت مخالفین کو بھی اعتراف پر مجبور کردیا، اب گویا دو تہائی سے زیادہ اکثریت کھلے دل ودماغ سے ترکی کو اپنی اسلامی شناخت واپس دلانے سے دلچسپی رکھتی ہے، اور یہ تبدیلی نیچے کی سطح سے شروع کی گئی یعنی بڑے پیمانے پر حفظ قرآن اور ائمہ وخطیب کو تیار کرکے، قوموں کی زندگی میں انقلاب کے لئے سو سال کوئی معنی نہیں رکھتے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ترکی کے دورے میں آنے والی تبدیلیوں کو آتا دیکھ کر پیشن گوئی فرمائی تھی کہ اسلامی انقلاب ترکی میں برپا ہوکر رہے گا۔

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

موجودہ ترکی حکومت کو عرب لیگ نے مشاہد کی حیثیت سے اپنے جلسوں میں شرکت کی دعوت دی ہے جسے اس نے مسرت کے ساتھ قبول کرلیا ہے۔

عالم عربی میں اسلام پسندوں کو جسٹس پارٹی کی حکمت عملی اور کامیاب سیاسی پالیسی نے بہت متاثر کیا ہے اور انھیں کٹر اسلام دشمن حکومتوں اور متشدد سیکولر اور ملحد حکام سے معاملہ کرنے اور اپنا راستہ الگ نکالنے کی راہ دکھائی ہے، جو امید کی ایک کرن ہے۔

تعلیم الحدیث

ایمان کا معیار

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

عن أنس رضی الله عنه عن النبی ﷺ "لا یؤمن أحدکم حتی یحب لأخیه ما یحب لنفسه" (بخاری ومسلم کتاب الایمان)

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"

اسلامی تعلیمات میں اجتماعی نظام حیات کو بڑا درجہ دیا گیا ہے، اس وقت تک صحیح اور مکمل اسلام ہمارے سامنے نہیں آسکتا جب تک کہ اس کے معاشرتی پہلو پر توجہ نہ دی جائے، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے کیا تعلق ہو، آپسی روابط کی نوعیت کیا ہو، ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شرکت کس انداز سے کی جائے، اور معاملات کس طرح برتے جائیں؟ اسلامی نظام حیات کا یہ وہ اہم ترین پہلو ہے جس سے عام طور پر مسلمان اس زمانہ میں کنارہ کش ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث اس پہلو کی نقاب کشائی کرتی ہے، اور اصولی طور پر اس میں نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں اس حقیقت کو واشگاف کیا گیا ہے، اسی مضمون کو مثال دے کر ایک دوسری روایت میں یوں واضح کیا گیا ہے کہ "تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، جسم کے کسی حصہ کو اذیت پہونچے تو اس سے پورا جسم متاثر ہوتا ہے، بخار میں مبتلا ہوتا ہے، اور بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہے" کسی بھی عضو کو تکلیف ہو جسم پر اس کا اثر پڑتا ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک حصہ جسم دوسرے کو کچوکا لگائے، تکلیف دے، پورے جسم کا نظام ایک دوسرے کے تعاون اور ضرورت کی تکمیل پر قائم ہے، یہ مثال دے کر آپ ﷺ نے یہ حقیقت صاف صاف بیان فرمادی ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اسی نوعیت کا تعلق ہو، جو اپنے لئے چاہتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے چاہے، کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس کی تحقیر کرتا ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار ومددگار چھوڑتا ہے۔

اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنا جائزہ لیں، ملک ملک دیکھیں، شہر شہر پھریں، ایک ایک محلہ میں جائیں، جماعتوں اور اداروں پر نظر ڈالیں، کیا ہمارے سامنے اسلام کی مکمل تصویر ہے، پوری دنیا اس وقت جہنم کدہ بنی ہوئی ہے، اس وقت دنیا کو اسلامی معاشرہ کی اس سے زیادہ ضرورت ہے جو کبھی پہلے تھی، آج ایثار کی جگہ خودغرضی نے لے رکھی ہے، اور خودغرضی اجتماعی بھی ہے اور انفرادی بھی، افراد کے سامنے اگر ذاتی مفادات ہیں تو بعض مرتبہ جماعتوں اور اداروں کے سامنے بھی اپنے مفادات آجاتے ہیں، چول اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے، اگر فرد کو دوسرے فرد سے شکایت ہے، تو کبھی کبھی ایک ادارہ کی نظر میں دوسرے ادارہ کی ترقی کھٹکتی ہے، کیا یہی دین کی ترجمانی اور ایثار ومحبت کا پیغام ہے، بات ذرا تلخ ہوگئی، بلاشبہ تاریکی میں جگہ جگہ دیئے بھی ہیں، مگر اس مہیب تاریکی کو ختم کرنے کے لئے روشنی بڑھانی پڑے گی، اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ چول اپنی جگہ آجائے، خودغرضی کی جگہ ایثار ومحبت کے جذبات پیدا ہوں، ہر فرد اور ہر جماعت اگر اپنی ترقی کی خواہش مند ہے تو اس کو دوسرے کی ترقی سے بھی خوشی ہو، بلکہ اس سلسلہ میں دوسرے کا ہاتھ بٹایا جائے، یہی پیغام رسالت ہے جو اس حدیث میں دیا گیا ہے، آدمی اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، ہمارے سامنے حضرات صحابہ کے نمونے ہیں کہ خود پیاسے جان دے دی مگر اپنے بھائی سے پہلے پانی پینا پسند نہ کیا، اور خود بھوکے رات گذار دی، مگر مہمان کے کھانے میں کمی بھی گوارہ نہ کی، ایسے دسیوں بیسیوں واقعات ہیں، جن کو بیان کرنے کا اس مختصر مضمون میں موقع نہیں، مگر ایثار ومحبت کے وہ اعلیٰ نمونے ہیں جن سے ایمان کا کامل معیار ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ☆☆

ہریانہ کا
ایک سفر

گزشتہ مہینوں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کے سفر ہریانہ کے کارواں میں راقم عاجز بھی شامل تھا، اپنے علاقہ کی مقبول شخصیت جناب پیر جی کی کوششوں سے بوڑیا (ہریانہ) کے مقام پر پیام انسانیت کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں صدر مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور دیگر اہم شخصیات کے ساتھ الہ آباد سے شنکر اچاریہ بھی شریک ہوئے تھے، اسی سفر میں خانقاہ رحیمی رائے پور بھی حاضری ہوئی تھی اور سہارنپور کے مظاہر العلوم میں بھی..... اس لحاظ سے یہ ایک اہم سفر تھا، جی چاہتا تھا کہ اس سفر کی روداد قلمبند ہو جائے اور اس طرح اس سفر کے مشاہدات وتأثرات میں قارئین کو بھی شریک کرلینے کی اپنی سی ایک کوشش کی جائے..... مگر افسوس کہ تعمیر حیات کے صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے اس کی اشاعت ملتوی کی جاتی رہی، اور اب تو اس پر اتنے مہینے بیت چکے ہیں کہ وہ سفر قصۂ پارینہ محسوس ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس میں ماضی کی جھلکیاں بھی ہیں، حال کی تلخیاں بھی، اور مستقبل کے امکانات اور اندیشے بھی..... اس کے علاوہ اب تک اس کی اشاعت کی نوبت نہ آنے کی وجہ سے اہل ہریانہ کی حق تلفی کا احساس بھی ہے اس لئے آئندہ شمارہ سے اس کو (قسط وار ہی سہی) شامل اشاعت کیا جائے گا۔ اس تاخیر میں صفحات کی تنگ دامانی کے ساتھ ساتھ راقم الحروف کے تساہل کو بھی دخل ہے اس لئے اس کا عنوان "ہریانہ کا ہرجانہ" تجویز کیا جاتا ہے، خدا کرے کہ قارئین کو اس میں سفرنامہ کی نمو محسوس ہو۔ (امین شجاع)

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا

مولانا محمود حسنی ندوی (تبصرہ نگار)

☆ —— حضور ﷺ استاذ ومربی

☆ —— از: علامہ محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

☆ —— مترجمہ مولانا شمس الحق صاحب ندوی

سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "انما بعثت معلماً" کہ مجھ کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی امتیاز وخصوصیت کو اور ان کی بعثت کے اس اہم ترین اور عظیم مقصد کو موضوع بنایا گیا ہے، مصنف عالم عربی کے مشہور وممتاز عالم ومحقق اور بلند پایہ محدث علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی شامی ہیں، اور اردو زبان میں اس کے مترجم مولانا شمس الحق صاحب ندوی (أطال الله بقاء ہ) ہیں۔

کتاب کا نام "الرسول المعلم" مصنف علیہ الرحمہ نے رکھا ہے، اور اردو زبان کے قالب میں ڈھل کر یہ کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ استاذ ومربی" کے عنوان سے سامنے آئی ہے۔

مقدمۂ کتاب مخدوم وبزرگ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے قلم سے نکلا ہے، مولانا مدظلہ کو خود تعلیم وتربیت کا نصف صدی سے زائد کا تجربہ ہے، وہ رقمطراز ہیں کہ "تعلیم امت کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی فرائض منصبی میں سے تھا، اور بالواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے معلم ہیں، کتب سیرت میں اس موضوع پر خاصا مواد ملتا ہے لیکن ہمارے علم میں ایسی کوئی کتاب نہیں تھی جس میں خالص اس پہلو کو اُجاگر کیا گیا ہو اور اس کے مختلف گوشوں کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہو، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس موضوع پر مشہور عرب عالم اور محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے قلم اٹھایا، انھوں نے اس موضوع کا حق ادا کیا، ضرورت تھی کہ اس عربی کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے، ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ عزیز القدر مولوی شمس الحق ندوی نے اس کام کو بڑے سلیقے سے انجام دیا"۔ (مقدمہ کتاب سے)

اچھے کردار اور بلند اخلاق کے ذریعہ تعلیم، تعلم میں تدریج، میانہ روی اور افراد کے فرق ومزاج کا خیال، عقلی صلاحیت، ذہانت وواقفیت کا لحاظ، سوال وجواب کی شکل، کبھی موازنہ ومثال، تشبیہ، کبھی لکیروں کا استعمال، کبھی گفتگو کا انداز اور کسی وقت اشارہ وکنایہ سے کام لینا، جو ہر دیکھتے ہوئے صلاحیت واستعداد کو نکھارنا، ہمت افزائی فرمانا، تنبیہ کی ضرورت ہوتی، وہ فرماتے، ادب سکھاتے، انداز تادیب، ایک ہی نہ ہوتا الگ الگ ہوتا، لیکن نہایت مشفقانہ ہوتا، اور کبھی ایسی خاموشی اختیار کرتے جس سے وہ ضرورت پوری ہوجاتی، شوق پیدا کرنے کے لئے دلچسپی کا ماحول بناتے اور نہایت شستہ مذاق بھی فرماتے۔ بات کو دل میں بٹھانے کے لئے مؤکد کرتے اور تین تین بار دہراتے، اور اس کے لئے بیٹھنے کا انداز بھی تبدیل کرتے، مخاطب کو مانوس کرتے، اس کے لئے ہاتھ یا گندھا بھی پکڑتے، کبھی اجمالی ذکر اور کبھی تفصیلی کلام فرماتے، خوف بھی دلاتے، بشارت بھی سناتے، نفسیات کا پورا خیال کرتے، ان باتوں کے علاوہ عورتوں میں تعلیم کا انداز، تعلیم میں تقریر وتحریر کا اختیار، دوسری زبانوں کی تعلیم کی فکر اور ایک صحابی کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمانا، گواس طرح کے اہم ضروری نمونوں سے کتاب مزین ہے۔

آخر کتاب سے اقتباس بھی نذر قارئین کیا جاتا ہے کہ:

"معلم کی سب سے ضروری صفت یہ ہونی چاہئے کہ اس کے اندر تمام خوبیاں بدرجۂ اتم ہونی چاہئیں، عقل، فضل، علم، حکمت ظاہری سکنات وحرکات، تیزی وصلاحیت اچھا انداز کلام، اچھی خوشبو، صاف ستھرا لباس، دیکھنے میں دیدہ زیب، بولنے اور انتظامی امور کو انجام دینے میں پیکر حسن۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تمام صفات پورے حسن وکمال کے ساتھ پائی جاتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں طالب علم اور مسترشد کے لئے ایک مثالی معلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلیم کے مقاصد اپنے مختلف انداز میں نظر آتے ہیں، اس لئے کہ یہ تمام چیزیں اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ مسلمان اس کلام ربانی "کُنتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کو عملی جامہ پہنانے والا ہو"۔

۱۹۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب انسانی کردار سازی کے عمل کو انجام دینے کے لئے ایک بہترین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اور طریقۂ تعلیم کو مستقل فن کے طور پر پیش کرتی ہے، اصول تعلیم کی کلید کا کام دیتی ہے، اور معلمین کو اپنے محاسبہ کی طرف ابھارتی ہے، نبی کریم کی ذات ہمارے لئے ہر معاملہ میں اسوہ ہے، تعلیم وتربیت کا میدان کہ جس میں ایک پوری نسل کے مستقبل کا مسئلہ ہوتا ہے، اور زیادہ توجہ اور فکر کا میدان ہے، کہ جس میں ذرا سی کوتاہی برے نتائج سامنے لے آتی ہے، زیر تبصرہ کتاب اس بڑی کمی کو پورا کرتی ہے، اور انسانی کردار سازی کا عمل کرنے والوں کے لئے ایک بہترین نذر افراہم کرتی ہے۔

☆ **نوٹ:** یہ کتاب مکتبہ ندوۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بسہولت حاصل کی جاسکتی ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی

کیا ہمارا معاشرہ

اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے؟

اسلام کی جامعیت

اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا وہ مذہب ہے جسے قبول کرنے اور اس پر کاربند رہنے پر آخرت میں انسان کی نجات موقوف ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ دین سماوی کا آخری مکمل ترین ایڈیشن انسانوں تک پہنچایا اور قیامت تک کے لئے انسانوں کی اخروی نجات اس پر موقوف کردی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ .

(آل عمران-۸۵)

"اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہتا ہے وہ اس سے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے والے لوگوں میں سے ہوگا"۔

اسلام وہ جامع ترین نظام زندگی ہے جس نے ہر شعبۂ زندگی میں انسانوں کی کامل رہنمائی فرمائی ہے، اسلام صرف چند عقائد یا چند عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و معاشرت تمام چیزوں کا مجموعہ ہے، انسانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ و شعبہ اسلام کی کامل رہنمائی سے محروم نہیں ہے، پیدائش سے لے کر وفات تک، عقائد و عبادات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک کون سا میدان ایسا ہے جس کے بارے میں اسلام نے انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام نہ دیا ہو۔

ہمارا طرز عمل

لیکن انتہائی افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنے کردار و عمل سے اسلام کا دائرہ کار انتہائی محدود اور تنگ کردیا ہے اور دنیا کو یہ تاثر دیا ہے کہ اسلام صرف چند مجمل عقائد اور گنی چنی عبادات کا نام ہے، اس طرح اسلام کی جامعیت و آفاقیت کو ہمارے عمل اور طرز عمل نے بہت نقصان پہنچایا ہے، معاملات، معاشرت اور اخلاق کے میدانوں سے ہم نے اسلامی احکام و تعلیمات کو مذہب بدر کردیا، ان میدانوں میں ہمارا رویہ اسلام کی ترجمانی کے بجائے اسلام کو بدنام کرنے والا ہے۔

ایک کمزور عذر

بعض حضرات یہ عذر کرتے ہیں کہ غیر اسلامی حکومتوں میں ہم اسلامی احکام پر پورے طریقہ سے کیسے عمل کر سکتے ہیں، یہ عذر بہت بودا اور کمزور ہے، بلاشبہ اسلام کے کچھ احکام ایسے ضرور ہیں جن پر عمل آوری اسلامی حکومت کے زیر سایہ ہی ہوسکتی ہے لیکن اسلامی احکام و تعلیمات کا غالب ترین حصہ ایسا ہے جس پر کاربند ہونے کے لئے حکومت و سلطنت کی احتیاج نہیں ہے مسلمان خواہ اقتدار میں ہوں یا اقتدار سے محروم ہوں ان احکام پر بہ آسانی عمل کر سکتے ہیں، کیا ہم ان احکام پر عمل کر رہے ہیں؟

کس نے روکا؟

ہمیں اپنے عقائد درست کرنے، اسلامی عقائد سیکھنے اور دین کی بنیادی باتوں سے واقف ہونے سے کون روک رہا ہے؟ لیکن ہم مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کے عقائد درست نہیں اور وہ دین کی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی ادائیگی پر کون سی قدغن لگی ہوئی ہے لیکن ہم میں ان عبادات کی پابندی سے ادائیگی کرنے والے لوگ کتنے فی صد ہیں؟ اسلام کی معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات کو اپنانے سے کس نے روکا ہے؟ لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے مجموعی طور پر اسلام کی اخلاقی و معاشرتی تعلیمات کو فراموش کر رکھا ہے، ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، پڑوسیوں اور ہم وطنوں کے حقوق، حاکموں اور ماتحتوں کے حقوق کو ادا کرنے والے لوگ ہمارے سماج میں کس قدر کم ہیں، کیا اسلام کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات اس قدر غیر اہم اور ناقابل التفات ہیں؟

کیا ہم اختیاری احکام پر عمل پیرا ہیں؟

اسلام کے جن احکام پر عمل پیرا ہونا ہمارے بس میں ہے اگر ہم ان پر کاربند ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان احکام پر عمل کی بھی راہیں کھولتا جن پر عمل پیرا ہونا فی الحال ہمارے بس میں نہیں ہے، لیکن ہم اپنے اختیار والے احکام میں جب مسلسل مجرمانہ کوتاہیاں کر رہے ہیں تو یہ کیسے امید کریں کہ ہمارے لئے بند راہیں کھلیں گی اور راہ عمل مزید کشادہ ہوگی۔

ہندوستانی مسلمانوں کے حالات کا جائزہ

خود ہندوستانی مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجئے، بلاشبہ مساجد، مدارس اور مکاتب کی تعداد میں ملک کی آزادی کے بعد معتد بہ اضافہ ہوا ہے، ان کی آبادی اور رونق بھی بڑھی ہے لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مسلمان بچوں اور نوجوانوں کی اکثریت اب بھی اسلام کے بنیادی عقائد و تعلیمات سے ناآشنا

ہے، ہمارے جن بچوں اور نوجوانوں کو دینی مدارس و مکاتب میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا (اور انھیں کی غالب اکثریت ہے) اور نہ ان کے گھر کا ماحول دینی ہے انھیں دین کی بنیادی باتوں سے واقف کرانے کے لئے ملک گیر سطح پر کیا انتظام کیا گیا؟ اپنی نئی نسل کو کفر و الحاد کی آگ میں جھونک کر ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں، کیا یہ بچے بچیاں قیامت میں ہمارا گریبان نہیں پکڑیں گے کہ بارالٰہا! ہمارے والدین، رشتہ داروں اور اہل محلہ نے ہمیں توحید، رسالت، آخرت اور اسلام کے عقائد و احکام سے واقف کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور ہماری دنیا سنوارنے پر قانع رہے۔

نمازوں کا حال

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مختلف انفرادی و اجتماعی کوششوں کے باوجود ہم میں اب بھی نماز کی پابندی کرنے والوں کا تناسب دس فیصد سے زیادہ نہیں ہوگا، اور پابندی کرنے والوں کی نمازیں بھی عموماً جیسی ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں، کیا مسلمانوں کی وہ آبادی رحمت خداوندی کی اہل اور مستحق ہوسکتی ہے جس کی غالب اکثریت تارک صلوٰۃ ہو۔

رمضان کے روزوں کا حال

رمضان شریف میں روزہ رکھنے والوں کا تناسب بلاشبہ نماز کی پابندی کرنے والوں سے زیادہ ہے، لیکن رفتہ رفتہ روزہ چھوڑنے والوں کا تناسب بڑھتا جارہا ہے اور سماجی گرفت کمزور پڑجانے کی وجہ سے سرعام ماہ رمضان کی حرمت پامال کی جانے لگی ہے، پہلے روزہ نہ رکھنے والے بھی سرعام کھانے پینے کی ہمت نہیں کرتے تھے، اب آنکھوں کا پانی مرچکا ہے، نہ خدا کا خوف نہ بندوں سے شرم، کھلم کھلا کھایا پیا جاتا ہے، جو لوگ روزہ رکھتے ہیں ان میں بھی رمضان کے احکام و آداب کی پوری رعایت کرنے والے بہت کم ہیں۔

زکوۃ ادا کرنے کی صورت حال

زکوۃ اسلام کی اہم ترین مالی عبادت ہے، غریبوں کی حاجت روائی، مسکینوں اور معذوروں کی مدد اور سماج میں اقتصادی توازن کو درست رکھنے کا بڑا اہم ذریعہ ہے، لیکن جن لوگوں پر زکوۃ فرض ہے ان میں سے چند ہی فیصد لوگ ہوں گے جو اپنے مال کا پورا حساب لگا کر پوری زکوۃ نکالتے ہوں گے، ورنہ زیادہ تر زکوۃ نکالنے والے وہ ہیں جو نام کرنے کے لئے تھوڑی بہت زکوۃ نکال دیتے ہیں، اس کا اہتمام نہیں کرتے کہ مال کا حساب کرے پوری زکوۃ نکالیں پھر زکوۃ نکالنے والوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہوں کہ زکوۃ کا مال اس کے صحیح مصرف میں صرف ہوں، انھیں لوگوں کو دیا جائے جو واقعتہً زکوۃ کے مستحق ہوں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے غیر مستحق زکوۃ کی بڑی بڑی رقمیں لے اڑتے ہیں اور مستحقین محروم رہ جاتے ہیں، بہت سے زکوۃ دینے والے اللہ کی رضا جوئی کے بجائے شہرت و ناموری کے طالب ہوتے ہیں اور زکوۃ دے کر احسان جتاتے ہیں۔

اگر صاحب سرمایہ حضرات پوری زکوۃ نکالیں اور مستحقین پر صرف کرنے کا اہتمام کریں تو مسلمان فقراء اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری ہوجائیں اور مسلمانوں کے فقر و فاقہ اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر عیسائی اور ہندو مشینری ادارے ان کا دین و ایمان خریدنے اور انھیں مرتد بنانے کی جو کامیاب کوششیں کر رہے ہیں انھیں اس کا موقع نہ ملے، زکوۃ نکالنے میں عورتوں سے خاص طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے، عموماً عورتوں پر زیورات کی وجہ سے زکوۃ واجب ہوتی ہے لیکن زیورات کی زکوۃ کم ہی عورتیں نکالتی ہیں۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

فریضۂ حج ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والے بھی ہمارے سماج میں بہت لوگ ہیں، کتنے ہیں جو قارون کا خزانہ لیے بیٹھے ہیں، پوری دنیا کی خاک چھان ماری ہے لیکن انھیں حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، پھر حج عمرہ کرنے والوں کی کوتاہیاں الگ ہیں، ہم لوگوں نے حج جیسے مبارک سفر اور اہم ترین عبادت کو تفریحی اور تجارتی سفر میں تبدیل کردیا ہے، حج و عمرہ کے احکام و آداب کی پوری رعایت کرنے والے لوگ ہم میں خال خال ہی ہیں، اسی لئے حج و عمرہ سے بھی ہماری زندگیوں میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آتی اور ان مقدس مقامات سے بھی ہم خالی ہاتھ لوٹتے ہیں۔

کمائی کا حال

جب یہ ان عبادتوں میں ہمارا حال ہے جنھیں

فیملی کورٹس اور دوسری ملکی عدالتوں میں مسلمان عورتوں کی طرف سے شوہروں کے خلاف دائر مقدمات کا تناسب تیزی سے بڑھ رہا ہے، کچھ تو ظالم شوہروں کے رویے سے تنگ آکر عورتیں ایسا کرنے پر مجبور ہوئی ہیں اور کچھ احکام شریعت سے غفلت و ناواقفیت اور عورتوں کے بے جا جذبۂ انتقام نے یہ قیامت ڈھائی ہے، اس طرح کے مقدمات کا سہارا لے کر ہماری عدالتیں اسلام کے عائلی قوانین و مسلم پرسنل لاء پر تیشہ چلا رہی ہیں۔

دین کا اصل الاصول تصور کرنا ہمارے دل و دماغ میں پشتینی طور پر رچا بسا ہے تو اسلام کے ان احکام کا کیا رونا رویا جائے جن کو ہماری غالب اکثریت نے دین کے دائرہ سے خارج ہی کر رکھا ہے، کمائی میں حلال وحرام کی تمیز کرنے والے ہم میں انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، مال و دولت کو ہم نے معبود بنا رکھا ہے، مال آئے جیسے اور جہاں سے آئے، نہ اس کا اہتمام کہ ذریعہ آمدنی حلال ہو، نہ اس کا خیال کہ جائز جگہ صرف ہو، اسراف وفضول خرچی نہ ہو، ہمارے طرز عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا مال کی آمدنی اور خرچ کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں آزاد چھوڑ رکھا ہو اور حلال وحرام کی سرحدیں ختم کردی گئی ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھی اس کا مکلف بنایا ہے کہ حلال و پاکیزہ روزی کھائیں اور نیک کام کریں، ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون-۵)

"اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک کام کرو"

اس حرام خوری کے ساتھ ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں جب کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آدمی لمبا سفر کرکے پراگندہ بال اور گرد آلود حالت میں اپنا ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام، اس کی غذا حرام، پھر اس کی دعا کیسے قبول ہو؟

ہماری اکثر تجارتیں، کاروبار، صنعت وحرفت، ملازمتیں اور پیشے یا تو حرام ہیں یا ان میں حرام کی بڑی مقدار میں آمیزش ہے، ایسی صورت میں ہمارے ساتھ اللہ کی نصرت اور رحمت کیسے ہو، اللہ تعالیٰ کا یہی بڑا کرم ہے کہ کوئی عمومی عذاب نازل نہیں ہو رہا ہے۔

معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات

حسن اخلاق اور حسن معاشرت کی اسلامی تعلیمات کو ہم نے اپنی زندگیوں سے خارج ہی کر رکھا ہے مسلمانوں کی قومی شناخت یہ بنتی جارہی ہے کہ وہ جھگڑالو، مشتعل مزاج، بداخلاق اور بے صبرے ہوتے ہیں، اپنے اخلاق و کردار سے ہم اسلام اور اسلامی تعلیمات کو بدنام کررہے ہیں، ان کا چہرہ مسخ کررہے ہیں، نہ اپنوں کے سماجی حقوق ادا کرتے ہیں نہ دوسروں کے، اس لئے گھر گھر جھگڑے اور محلے محلے فتنہ وفساد ہے، ہم میں سے کتنے ہیں جو اسلام کی ان تعلیمات سے واقف اور ان پر عمل پیرا ہیں جن کا تعلق ماں، باپ، اولاد، بھائی، بہنوں، پڑوسیوں ہم وطنوں وغیرہ کے حقوق سے ہے، حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ اہم اور سنگین ہے کہ اللہ کے حقوق میں کوتاہی کی توبہ واستغفار سے معافی ہوسکتی ہے لیکن بندوں کے حقوق میں کوتاہی ہونے پر توبہ و استغفار سے اس کی معافی نہیں ہوسکتی، اس کے معاف ہونے کی صورت یہی ہے کہ اہل حقوق کے حقوق ادا کردیے جائیں یا ان سے معاف کرالیا جائے۔

راست گوئی، امانت داری، کشادہ قلبی، رواداری، صبر وشکر اور بردباری، باہمی محبت واعتماد، حسن ظن اور حق گوئی جیسی پسندیدہ صفات ہمارے مسلم سماج سے رخصت ہوتی جارہی ہیں اور ان کی جگہ، دروغ گوئی، خیانت، تنگ دلی، جذباتیت، بے صبری و ناشکری، باہمی منافرت وبداعتمادی، بدظنی اور نفاق جیسی بدترین صفات وخصائل کی گرم بازاری ہوتی جارہی ہے، اور سب سے زیادہ خطرے کی بات یہ ہے کہ ہمیں اس خطرناک تبدیلی کا احساس بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عائلی زندگی کا حال

زندگی کے دوسرے میدانوں میں کوتاہیوں کے باوجود برصغیر کے مسلمان نکاح وطلاق کے احکام ومسائل میں بڑے حساس واقع ہوئے تھے، اسی لئے علماء اور مفتیان کرام کے پاس عبادات کے بعد سب سے زیادہ سوالات نکاح وطلاق کے آیا کرتے تھے، لیکن اب اس میں بھی تیزی کے ساتھ ڈھیلا پن آرہا ہے، ہماری اونچی سوسائٹیوں اور بالکل نچلے طبقوں میں مسلمان لڑکیوں کا غیر مسلم مردوں سے شادی کرلینا کوئی نادر بات نہیں رہی بلکہ اب تو ان طبقوں میں اس عمل کی سنگینی اور شناعت بھی ذہنوں سے نکلتی جارہی ہے، شادی بیاہ میں غیر اسلامی ہندوانہ طور طریقوں کا ہمارے مسلم سماج میں اتنا رواج ہوگیا کہ اب شریعت کے مطابق شادی کرنے والے شاذ ونادر ہی ملیں گے، اسلام جو نکاح کو ہوا اور پانی کی طرح سہل الحصول بنانے آیا تھا اس کے پیروکاروں نے جہیز، تلک، گھوڑے جوڑے وغیرہ کی بھاری بیڑیاں پہن کر شادی بیاہ کو زندگی کا سب سے گراں اور دشوار کام بنا دیا ہے، سرعام لڑکوں کا نیلام ہورہا ہے اور لاکھوں جوان لڑکیاں بن بیاہی پڑی ہیں اور بڑھاپے کی سرحد میں قدم رکھنے والی ہیں۔

نکاح

رشتۂ نکاح کے انتخاب میں دین واخلاق، نسب وخاندان کے بجائے مال اور صرف مال کو بنیاد بنایا جارہا ہے، میاں بیوی اور گھر کے دوسرے افراد کو عموماً اپنے فرائض کا علم نہیں اور اگر علم ہے بھی تو ان کی ادائیگی میں دانستہ کوتاہی عام بات ہوگئی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ شادی بیاہ گھروں کی آبادی و شادابی کا ذریعہ بننے کے بجائے گھر گھر کو میدان جنگ بنا رہے ہیں، ہر شخص دوسرے سے متنفر اور شاکی ہے۔

طلاق

طلاق جس سے عرش الٰہی ہل جاتا ہے اس کی کثرت ہورہی ہے، معمولی معمولی باتوں پر طلاق کے تین تین گولے داغے جارہے ہیں اور ازدواجی زندگی کا پر بہار چمن اجاڑا جارہا ہے، سماجی بندھن کمزور پڑجانے کی وجہ سے طلاق پر کوئی روک باقی نہیں رہی، ناخدا ترس لوگ بالکل معمولی اسباب پر طلاق کا اقدام کرگذر رہے ہیں، شوہروں کا ایک طبقہ وہ ہے جو نہ بیویوں کے ازدواجی حقوق ادا کررہا ہے اور نہ انھیں چھٹکارہ دینے پر آمادہ ہے، اپنی جاہلانہ ضد اور انا کی وجہ سے بیویوں کو لٹکا رکھا ہے۔

اسلام کے عائلی قوانین اور عدالتیں

ہندوستان کی عدالتوں میں مطلقہ اور معلقہ عورتوں کے لئے دادرسی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں اور عدلیہ کا موجودہ رجحان یہ ہے کہ وہ تمام کیسوں میں عورت ہی کو مظلوم تصور کرتی ہے، اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سی عورتیں شوہروں پر آمادۂ ظلم ہیں، وہ شوہروں سے اتنا کچھ لینا چاہتی ہیں جتنے کا حق انھیں شریعت اسلامی نے نہیں دیا ہے، فیملی کورٹس اور دوسری ملکی عدالتوں میں مسلمان عورتوں کی طرف سے شوہروں کے خلاف دائر مقدمات کا تناسب تیزی سے بڑھ رہا ہے، کچھ تو ظالم شوہروں کے رویے سے تنگ آکر عورتیں ایسا کرنے پر مجبور ہوئی ہیں اور کچھ احکام شریعت سے غفلت وناواقفیت اور عورتوں کے بے جا جذبۂ انتقام نے یہ قیامت ڈھائی ہے، اس طرح کے مقدمات کا سہارا لے کر ہماری عدالتیں اسلام کے عائلی قوانین و مسلم پرسنل لاء پر تیشہ چلا رہی ہیں اور ۱۹۳۷ء کے شریعت ایکٹ کو مفلوج اور معطل کرنا چاہتی ہیں، اس صورت حال میں آزاد ہندوستان میں اسلام کے عائلی قوانین (مسلم پرسنل لاء) کا مستقبل سخت خطرے میں ہے، اور یہ خطرہ ہمیں نے پیدا کیا ہے۔

حل اور تدارک کیا ہے؟

اس خطرے کا اصلی تدارک یہی ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں اسلام کے عائلی احکام و تعلیمات کے پابند بنیں، نکاح و طلاق کی ان رسموں اور طریقوں کو کلیتہً ترک کردیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، تلک، جہیز، گھوڑے جوڑے کی ان بیہودہ رسموں کو اپنے معاشرے سے اکھاڑ پھینکیں جنھوں نے مسلم سماج میں زہر گھول دیا ہے اور ہماری سماجی زندگی کو طوق و سلاسل پہنا دیے ہیں، گھر اور خاندان کے افراد (خصوصاً میاں بیوی) ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کریں، گھر اور محلے کا ماحول اسلامی اور انسانی بنانے کی کوشش کریں۔

دارالقضاء کا قیام

اپنی زندگی اور سماج کی اصلاح کے ساتھ یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ مسلمان پورے ملک میں اپنے تنازعات (خصوصاً گھریلو جھگڑوں) کو حل کرنے لئے مستحکم اور مربوط دارالقضاء قائم کریں جن میں انصاف ارزاں اور سہل ہو اور مسلمان مرد عورتوں کا یہ ذہن بنایا جائے کہ وہ اپنے مقدمات خصوصاً ازدواجی جھگڑوں کو سرکاری عدالتوں میں لے جانے کے بجائے اپنے دارالقضاؤں میں لے جائیں اور وہاں سے جو فیصلے ہوں ان کو بہ خوشی قبول کریں اور اپنے اوپر نافذ کریں، ان کو یہ بتایا جائے کہ یہی ان کے دین و ایمان کا مطالبہ اور تقاضا ہے، مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے آگے گردن جھکادے اور انھیں بہ خوشی قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

(احزاب-۳۶)

"جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردیں تو مومن مرد اور مومن عورت کو اپنے اس معاملہ میں اختیار نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے"

اپنے ازدواجی اور خاندانی جھگڑوں کو اپنی شرعی عدالتوں اور پنچایتوں کے ذریعہ حل کرکے نہ صرف یہ کہ مسلمان اپنی دینی و ایمانی ذمہ داری پوری کریں گے بلکہ سرکاری عدالتوں کا کافی بوجھ ہلکا کریں گے، کیونکہ یہ عدالتیں مقدمات کی بے پناہ بڑھتی ہوئی تعداد سے غیر معمولی دباؤ میں ہیں اور لوک عدالتیں وغیرہ اسی مقصد سے قائم کی جارہی ہیں کہ سرکاری عدالتوں سے مقدمات کا بوجھ کم ہو، شرعی عدالتوں اور پنچایتوں کا نظام اپنے ملک اور عدلیہ کا زبردست تعاون ہوگا اور عدالتوں کا چکر کاٹنے سے جو مالی گراں باری ہوتی ہے اس سے بھی نجات ملے گی۔

میراث میں عورتوں کا حصہ

میراث میں عورتوں (لڑکیوں، بیویوں، بہنوں وغیرہ) کا حصہ فقہاء کی رائے وقیاس سے نہیں بلکہ قرآن مجید کی صاف وصریح آیات سے ثابت ہے، قرآن کریم نے کھول کھول کر یہ حصے بیان کردیے ہیں لیکن ہم ہندوستانی مسلمانوں میں ایک فیصد لوگ بھی ایسے نہیں ہیں جو عورتوں کا میراث میں متعین حصہ بہ خوشی ان کے حوالے کرتے ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی صریح اور قطعی احکام کو بھی ہم مسلمانوں نے اپنی زندگی سے خارج کر رکھا ہے اور قدم قدم پر احکام الٰہی کی مخالفت ہمارا وطیرہ بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہونے اور اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ۞ ۞

ایک مغرب زدہ مصری نوجوان کی آپ بیتی

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

مولانا شمس الحق صاحب ندوی

شیخ خاموش ہوگئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گہری فکر میں ڈوب گئے ہیں، وہ بہت وجیہ بارعب اور خوبصورت انسان تھے، ان کی باتیں دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھیں اور کیوں نہ ہوتا، ان کی آواز دل کی گہرائیوں سے پورے اخلاص درد اور سوز کے ساتھ نکلتی تھی اور انداز بیان اور طرز گفتار پوری دیانتداری کے ساتھ اس کی ترجمان ہوتی ان کے وعظ میں میری حاضری کا قصہ بھی عجیب اور دلچسپ ہے، میں جامعہ فواد اول کا طالب علم تھا، تہذیب جدید کے رنگ میں رنگا ہوا اس کی تندو تیز لہروں کے طوفان بے حیائی میں بہتا ہوا۔

میرا ماحول سطحی افکار و خیالات کمزور اور اوچھے کیرکٹر اور اختلاط و بے حجابی کا ایسا مسموم ماحول تھا جو انسان کو ہوا و ہوس کا بندہ بنا دیتا ہے جو ہر مردانگی کو غفلت کی نیند سلا دیتا ہے، اسی متعفن اور گندے ماحول میں مجھے کچھ ایسے نوجوان نظر آتے تھے جن کو "اخوان المسلمین" کہا جاتا تھا ان کے چہروں پر بشاشت، آنکھوں میں عشق و محبت اور دینی حمیت کی عجیب چمک پائی جاتی تھی لیکن میں ان سے ملنے جلنے اور رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرتا تاہم میں ان کو رشک سے ضرور دیکھتا تھا ان نوجوانوں کے جوش جنوں نے میرے اندر ایک ایسا غیر محسوس جذبہ پیدا کر دیا جس کو میں بیان نہیں کر سکتا، یہ نوجوان جامعہ کے احاطہ میں اکثر نماز ادا کرتے تھے انھیں دیکھ کر میرے دل میں کئی بار یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں، بس میرے دل میں ایمان کی آخری رمق باقی تھی، جو اس اسلامی ماحول کی دین تھی جس میں میں پلا بڑھا تھا، تعلیمی سال ختم ہوا، کامیابی کی سند لئے ہوئے میں اپنے وطن پہنچا، گھر پہنچ کر میں نے محسوس کیا کہ میری کامیابی سے گھر والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، میرے والد تو خوشی سے رونے لگے، والدہ کی خوشی بیان کرنا میرے بس سے باہر تھی، فرط مسرت سے گرنے والے آنسوان کے چہرے کو شادمانی کے حرارت آمیز چھینٹوں سے تر کر رہے تھے گھر میں گاؤں کے بہت سے بچے جمع ہو گئے تھے جن کے چہروں پر فرحت و انبساط کی لکیریں ابھر اور دب رہی تھیں، تھوڑی دیر میں گاؤں کی مسجد سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی دلنواز صدا بلند ہوئی اور فضا کے خاموش پردے کو چیرتی ہوئی ہمارے کانوں سے ٹکرانے لگی سب لوگ نماز کو جانے کے لئے اٹھے والد صاحب بھی اٹھے آگے بڑھے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: آؤ بیٹے، آؤ کہاں؟ میری زبان سے یہ الفاظ نکلے، میرے الفاظ نے ان سب کو اچنبھے میں ڈال دیا، والد صاحب نے فرمایا: "مسجد نماز کے لئے"۔

میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا لیکن... اور لیکن میں تو نماز نہیں پڑھتا، تم نماز نہیں پڑھو گے؟ والد صاحب نے انکار، حیرت، تعجب اور ناگواری کے لب و لہجہ میں سوال کیا اگر میں ان لوگوں سے کہتا کہ گھر جل گیا یا زمین میں زلزلہ آگیا یا سورج بے نور ہو گیا تب بھی ان لوگوں کے اندر وہ حیرت و دہشت پیدا نہ ہوتی جو میں نے اپنے اس جملے سے ان کے چہرے پر محسوس کی تم نماز نہیں پڑھو گے؟ وہ سب مجھے گھورنے لگے پھر میں ذرا زور سے بولا تاکہ ان کی غضبناک نگاہیں جو مجھ پر کوڑے بن کر شعلے برسا رہی تھیں، میری طرف سے ہٹ جائیں، میرے منہ سے آواز نکلی تم لوگ آخر کیا دیکھ رہے ہو، بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھتے، والد صاحب نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ درد بھرے لہجہ میں فرمایا..... بیٹے یہاں تو سبھی لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

کئی دن ہو گئے، میں ایک نامانوس فضا میں زندگی گذار رہا تھا یہ سب میرے گھر والے اعزاء دوست احباب ہیں، سب کے سب سچے مسلمان ہیں جو روزہ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، خالی اوقات کو کسی دینی کتاب کے مطالعہ میں گذارتے ہیں، اکثر اسی موضوع پر باتیں کرتے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں کوئی ایسی حقیر و ناپاک مخلوق ہوں جو نیک خو اور پاک طینت لوگوں میں آگیا ہے مجھے ایسا لگا جیسے ان لوگوں پر میرے سارے عیوب و خامیاں عیاں ہو چکی ہیں، جیسے میری کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

اس ضیق اور گھٹن کے ماحول سے گھبرا کر ایک دن میں گھر سے نکلا اور بے ارادہ ایک سمت کو چل پڑا، کیوں نکلا؟ کہاں جا رہا ہوں؟ کس لئے جا رہا ہوں؟ اس کا کوئی احساس نہ تھا، بس دیوانوں کی طرح نکلا چلا اور چلتا ہی چلا گیا، کچھ مبہم و پریشان کن خیالات آتے کہ دنیا کہ ہر ایک چیز اجنبی اور ناموس ہے یا میں اس کے لئے اجنبی نامانوس ہوں؟ ہر چیز مجھ سے نفرت کر رہی ہے بھاگ رہی ہے یہاں تک کہ مانوس اور پالتو جانور بھی مجھ سے متنفر ہیں دل ایک ایسی گھٹن، خلش اور تنگی محسوس کر رہا تھا جو سمجھ میں نہ آتی تھی کہ وہ کہاں ہے، دل پھٹا جا رہا تھا، روح بے چین و پریشان تھی، زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوئی جا رہی تھی، میں بالکل وہ کیفیت محسوس کرنے لگا جو کسی بھٹکے ہوئے گم کردہ راہ شخص کی ہوتی ہے، اسی پریشاں خاطری کے عالم میں گھر سے دور کھیتوں

کے بیچ کسانوں کے ایک گروہ کے پاس سے گذرا جو اپنا کام کر چکے تھے اور اب گھر واپس ہونے کی تیاری کر رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی ایک شخص نے سادہ اور پر خلوص انداز میں مجھے پکارا افندی ار..... عبد السمیع افندی کیا تم شیخ کے وعظ میں آؤ گے، شیخ کون بزرگ ہیں؟ میں نے ذرا لاابالی پن اور حقارت آمیز انداز میں پوچھا، اس لئے کہ ہمیں ایسے واعظوں سے نفرت تھی جو جاہل مطلق ہوتے ہیں اور غریب دیہاتیوں کو اپنے دام ہوس میں پھنسا کر اور بے توف بنا کر ان کی دین و دنیا دونوں برباد کر دیتے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس وقت میں اپنے اندر کسی شیخ کا عظ سننے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا خواہ وہ کیسا ہی مخلص ہو یا خود غرض اور بندۂ نفس، میں کچھ ایسا محسوس کر رہا تھا کہ زمین و آسمان نے میری روح کو دبوچ لیا ہے، سانس لینا مشکل ہو رہا تھا دل گھٹا جا رہا تھا، میں سرگرداں، کبیدہ خاطر اور سخت ذہنی کوفت میں پھنسا ہوا تھا، شدت کے ساتھ کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جو میری اس ناگفتہ بہ حالت زار کو دور کر دے، طبیعت کی گرانی کو ختم کرے چاہے وہ کیسا ہی دقیانوس ہو۔

دوبارہ پھر کسان نے آواز دی اور کہا کہ آج بہت بڑے شیخ کا وعظ ہے کیا تم سننے کے لئے نہیں آؤ گے؟ میں مسکرایا اور سر ہلاتے ہوئے جواب دیا ہاں ضرور آؤں گا، میں مسجد میں داخل ہوا تو محسوس ہوا کہ مسجد کے در و دیوار مسجد کی ایک ایک اینٹ مجھ سے کہہ رہی ہے چلو بھاگو، تم یہاں سے نکلو، اس احساس و تصور سے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا مگر آنسو نہ نکل سکے، شیخ ابو احمد شیخ الاسلام نے بات شروع کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے کہ لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے، ان الفاظ کے کانوں میں پڑتے ہی دل کو ایک دھچکا سا لگا اور قریب تھا کہ میری آواز نکل جائے، ہاں نبی ﷺ نے سچ فرمایا ہے میں اپنے دل میں ایک ناقابل بیان تنگی و بے کیفی محسوس کر رہا تھا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اب سمجھ میں آگیا میں نے ارادہ کیا کہ شیخ سے اس قلبی کیفیت کی دوا پوچھوں مگر شیخ کی باوقار و بارعب اور پر عظمت شخصیت کے سامنے میں اپنے کو ایک چھوٹا سا چوہا محسوس کر رہا تھا میں نے تمام حاضرین مجلس کے چہروں پر سوالیہ نشان محسوس کیا مگر کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ شیخ سے پوچھے۔

شیخ ایک لمحہ خاموش رہے، مسکرائے پھر فرمایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اللہ کے نبی! اس کو صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ دل پھڑک اٹھے، جواب سننے کے لئے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، شیخ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: قرآن کریم کی تلاوت اور موت کی یاد، شیخ خاموش ہو گئے۔

حاضرین پر شدت تاثر سے رقت کی کیفیت طاری تھی جب تقریر ختم ہوئی تو سامعین جوش عقیدت و محبت سے شیخ کی طرف مصافحہ کرنے کے لئے پروانہ وار بڑھنے لگے، میں خاموش اپنی جگہ کھڑا قرآن کریم کی ایک آیت سوچنے لگا جس کو میں نے یاد کیا تھا مگر اس وقت نہیں یاد آرہی تھی، میں اسی فکر میں گم تھا کہ اچانک شیخ نے میرے گندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے قرآن پاک کی یہ آیت نہیں سنی "یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ" (اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے ساتھ زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

آیت کا سننا تھا کہ آنکھیں فرط حیرت اور شدت مسرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں میں شیخ کے نورانی چہرہ کی طرف اس شوق و محبت کے ساتھ دیکھتا رہا جیسے مزید نصیحت سننے کا خواہاں ہوں، شیخ نے فرمایا "من یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء" (جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا دل تنگ اور بند کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر زبردستی چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے) میں اب بھی ملتجیانہ نگاہوں سے شیخ کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کچھ اور سننا چاہتا ہوں، شیخ نے میری اس کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا "و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون" (بقرہ۔۱۸۶) (جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرما دیجئے، بیشک میں قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، سو ان کو چاہیئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تا کہ نیک راہ پر آئیں قبولیت کو طلب کریں وہ یقیناً بھلی راہ پائیں گے۔

شیخ کی مومنانہ فراست نے جیسے ہمارے زنگ آلود دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا ہو اس لئے وعظ و نصیحت کے بجائے اپنے حکیمانہ دعوتی انداز میں ان آیات کو سنا کر ہمارے دل کو مغربی اثرات کی آلودگیوں سے پاک و صاف کر دینے والی آیتوں کو پڑھ کر مجھے الحاد و دہریت کے غار سے نکال لیا اور میرا دینی شعور اس طرح بیدار ہو گیا کہ اس کے بعد ہر اس چیز سے نفرت پیدا ہو گئی جو دین کے خلاف ہو اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میل نہ کھاتی ہو۔

آج ہمارے کتنے نوجوان ہیں جو تہذیب جدید کی چمک دمک کے سامنے اپنی دینی و اسلامی اقدار کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور دینی طور و طریق کو اپنانا باعث ذلت و حقارت سمجھتے ہیں، اسی لئے اقبال نے ان نوجوانوں کو جو اس قوم کے فرزند ہیں جو قوموں کی قیادت اور عالمی انقلاب کے لئے پیدا کی گئی ہے مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

سید معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ حکومت عوام کے مفادات سے غافل نہیں، روزگار کے مواقع فراہم کرنے، ایڈمنسٹریشن کو جدید خطوط پر ہر استوار کرنے کی مہم جاری رکھی جائے گی، تمام افراد بلاتفریق دین پر عمل کریں، کنگ فہد یونیورسٹی دہران برائے پیٹرولیم و معدنیات کے ۴۰ویں یوم تاسیس کے موقع پر منعقدہ تقریب سے خطاب کررہے تھے اس موقع پر انہوں نے شہزادہ عبداللہ کمپلیکس برائے صنعتی ریسرچ کا سنگ بنیاد رکھا اور یونیورسٹی ہاسٹل کے پانچویں مرحلے اور بھاری پیٹرول کو ریفائن کرنے والی ٹیکنالوجی کی عملی تجربہ گاہ کا افتتاح کیا اس موقع پر شہزادہ عبداللہ کو ایڈمنسٹریشن میں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری دی گئی شہزادہ عبداللہ نے اعزازی ڈگری دیئے جانے پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اساتذہ کا دائرہ کار یونیورسٹی کے کمروں اور لیبارٹریوں تک محدود نہیں، سعودی عوام آپ کی تحقیقی صلاحیتوں اور مذہب اور ملک وقوم کی خدمت کے مشتاق ہیں آپ سب مسائل کے حل میں ان کی مدد کریں۔

● واشنگٹن گوانٹاناموبے کیوبا میں امریکا کی ملٹری پولیس کے سربراہ کو تفتیش میں مداخلت پر ان کے عہدے سے برطرف کردیا گیا ہے، بریگیڈیئر رک بیکوس کو تفتیش کاروں کی زیر حراست قیدیوں سے بدسلوکی پر اعتراض تھا۔ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے مطابق ان پر اعلیٰ افسران کے ساتھ تعاون نہ کرنے اور زیر حراست القاعدہ طالبان سے تفتیش میں مداخلت کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ادھر عرب وکلاء کی ٹیم جلد ہی امریکہ جائے گی، ۱۹۶۹ء میں جینوا معاہدہ کے مطابق عمل درآمد کا مطالبہ کریں گے اور عرب وکلاء جنگی قیدیوں کو ان کے ملکوں کے حوالے کرنے پر زور دیں گے، واضح رہے کہ ۳۴ ملکوں کے تقریباً ۶۰۰ شہری گوانٹاناموبے میں قید ہیں ان میں ۱۵۰ سعودی، ۸۵ یمنی، ۱۲ کویتی، ۷ بحرینی، ۲ آسٹریلین پولینڈ اور فرانس کا ایک ایک شہری ہے جو سب کے سب عرب نژاد ہیں، عرب وکلاء کی ٹیم کو پتہ چلا ہے کہ تمام قیدیوں کے ساتھ تحقیقات مکمل ہوچکی اور کسی کے بھی خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا۔

● امریکا کی بش انتظامیہ کے مطابق افغانستان میں تعینات امریکی کمانڈروں نے طالبان اور القاعدہ کے ارکان کے خلاف اسپیشل آپریشن شروع کرنے سے انکار کردیا ہے۔ امریکی اخبار واشنگٹن ٹائمز کے مطابق امریکی فوجی کمانڈروں کا کہنا ہے کہ اس اسپیشل آپریشن سے امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اس لئے وہ اس میں حصہ نہیں لیں گے، فوجی ذرائع کے مطابق کئی بار امریکی فوج کو خفیہ ایجنسیوں نے طالبان رہنما ملا عمر کے بارے میں رپورٹ دی لیکن امریکی کمانڈروں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ان رپورٹوں میں صداقت نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ ان آپریشنز میں فوجی مرنے کے امکانات ہیں، القاعدہ اور طالبان کے خلاف آپریشن کی منصوبہ بندی کرنے والی امریکی فوج کی گرین بیریٹ اے ٹیم نے ملا عمر اور القاعدہ ارکان کو پکڑنے یا مارنے کے لئے کئی منصوبہ بنائے لیکن ٹاسک فورس ۱۸۰ نے اس پر عمل کرنے سے انکار کردیا۔ ٹاسک فورس ۱۸۰ امریکی آپریشن میں حصہ لیتا ہے۔

● امریکا کے سابق صدر جمی کارٹر کو اوسلو میں امن کا نوبل پرائز دیا گیا، انہیں یہ انعام ۱۹۷۸ء میں اسرائیل اور مصر کے درمیان امن سمجھوتہ کرانے پر دیا جارہا ہے۔ ان کی عمر اس وقت ۷۸ سال ہے اور انہیں یہ انعام کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے ۲۴ سال بعد دیا گیا، نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد اپنی تقریر میں جمی کارٹر نے کہا کہ جنگ مسائل کا حل نہیں اس سے تو متعدد مسائل پیدا ہوتے ہیں، جمی کارٹر جو امریکی صدر بش کی عراق پالیسی کے مخالف ہیں نے کہا کہ امریکا نے عراق پر جو حملہ کیا ہے اس کے تباہ کن نتائج برآمد ہونگے۔ انہوں نے کہا کہ طاقتور ممالک کو چاہئے کہ وہ ایسی پالیسی اختیار کریں جس سے جنگ کی روک تھام ہوسکے اور وہ دفاعی حملہ کرنے کے بارے میں اصولوں پر عمل کریں۔ انہوں عراق پر بھی زور دیا کہ وہ مہلک ہتھیاروں کے خاتمے کے لئے سلامتی کونسل کی قرارداد پر عمل کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا میں کم از کم ۱۸ ایٹمی طاقتیں ہیں اور ان میں سے تین کو اپنے پڑوسی سے ہی خطرات کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے سب کو خاص طور پر بڑی طاقتوں کو مل جل کر کام کرنا ہوگا۔

● سعودی عرب کے شہزادہ ولید بن طلال بن عبد العزیز نے قرآن مجید کا البانوی زبان میں ترجمہ کرا کر اس کی چالیس ہزار کاپیاں شائع کرنے کے لئے اپنے خاص فنڈ سے رقم ادا کی ہے۔

انھوں نے البانوی ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید کی اشاعت کے لئے ۳۳ لاکھ ریال بھی ادا کئے ہیں، البانوی زبان میں ترجمہ شدہ قرآن مجید کو حج کے موقع پر البانوی حاجیوں میں تقسیم کیا گیا۔

شہزادہ ولید سعودی عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں میں مساجد اسلامی سنٹر اور فلاح عامہ کے منصوبوں کے لئے ۹ کروڑ ڈالر مختص کئے ہیں جو

صدر مسلم پرسنل لا بورڈ کا سفر بنگلور

شریعت خدائی نظام ہے

کسی ملک کا دستور نہیں کہ اس میں ترمیم کی جاسکے

بنگلور۔ ''شریعت اسلامی کسی ملک کا دستور یا قانون نہیں جس کو جب چاہے اکثریت یا اقلیت کی بناء پر تبدیل کرلیا جائے، یہ ایک خدائی قانون ہے، جس میں پورا عالم اسلام بھی چاہے تو ترمیم ہر گز نہیں کرسکتا۔ اس حالت میں مٹھی بھر لوگ اگر اس میں ترمیم کی بات کہیں تو اسے کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟'' یہ بات آج یہاں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے عیدگاہ قدوس صاحب کے احاطہ میں منعقدہ ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ مولانا رابع صاحب نے کہا کہ شریعت کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس بنیادی حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔ اس ملک میں تمام مذاہب کے لئے یکساں پرسنل لاء قائم کرنے کی کوشش کے سدباب کے لئے مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا نے کہا کہ اس ملک کی ترقی کے لئے اور وطن کو سامراجی قوتوں سے آزادی دلانے کے لئے مسلمانوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ اس ملک میں لوگ صدیوں سے میل جول سے رہ رہے تھے، لیکن جیسے ہی ملک کو آزادی ملی، سیاسی قوتوں نے اقتدار کی ہوس میں باہمی دوری اور ٹکراؤ کو ہوا دی، مسائل ٹکراؤ کا باعث بنے اور اس سے ملک کی ترقی متاثر ہوکر رہ گئی۔ سیاسی طاقتوں نے ملک میں مختلف مذاہب کو ماننے والے عوام کو اس قدر اختلافات اور الجھنوں میں پھنسا دیا کہ وہ اسی میں گھر کر رہ گئے۔ مولانا نے کہا کہ ٹکراؤ اور اختلافات جس ملک میں عام ہوں۔ وہ ملک ترقی نہیں کرسکتا، ترقی یافتہ ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ ہمارا وطن ہندوستان

ٹکراؤ اور اختلافات جس ملک میں عام ہوں، وہ ملک ترقی نہیں کرسکتا، ترقی یافتہ ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ ہمارا وطن ہندوستان امریکہ سے بھی آگے نکل سکتا تھا، لیکن آپسی اختلافات نے اس ملک کو پیچھے کردیا۔ فسادات نے ملک کو اور تباہ کیا۔

امریکہ سے بھی آگے نکل سکتا تھا، لیکن آپسی اختلافات نے اس ملک کو پیچھے کردیا۔ فسادات نے ملک کو اور تباہ کیا۔ گجرات کے فسادات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ان میں جو جانی نقصان ہوا ہے، وہ تو اپنی جگہ برقرار ہے، لیکن جتنا معاشی نقصان ہوا اور ترقی کی رفتار میں ملک جتنا پیچھے گیا، وہ بھی ناقابل تصور ہے۔ مولانا رابع صاحب نے بابری مسجد کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مسجد کے معاملے میں مسلمان جذباتی اس لئے ہیں کہ شریعت نے اگر کسی جگہ کو ایک مرتبہ مسجد تصور کرلیا تو وہ قیامت تک بھی مسجد ہی رہے گی۔ اسی لئے مسلمان ان چیزوں پر کبھی مفاہمت نہیں کرسکتے۔ مولانا نے کہا کہ مسجد کو صرف اسی وقت مسجد نہیں کہا جاسکتا، جب وہ ناجائز رقم سے بنی ہو یا پھر زمین کو ناجائز طور پر قبضہ کرکے وہاں پر مسجد بنائی گئی ہو۔ مسلمانوں پر آئے دن دہشت گردی کا لیبل لگائے جانے کے رجحان پر مولانا موصوف نے کہا کہ اسلام میں تشدد ہے ہی نہیں، اسلام نے کبھی کسی بے گناہ پر دست درازی کی اجازت نہیں دی ہے۔ البتہ ظلم ہوا ہے تو ظالم سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلام میں کسی کی بھی حق تلفی کی گنجائش قطعاً نہیں۔ مولانا نے کہا کہ کسی غلط آدمی کی غلط حرکتوں کو اگر اسلام سے منسوب کردیا جائے تو اس کے لئے مسلمان کیا کرسکتے ہیں؟ مولانا نے سوال کیا کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں؟ انھوں نے کہا کہ اسلام کی تعلیمات کو دنیا نے سمجھا ہی نہیں اور ادھر ادھر کے واقعات کو مذہب اسلام سے جوڑنے کی کوشش کی۔ مولانا نے کہا کہ آپس میں محبت و رواداری کی بدولت ہی ملک میں سکون بحال کیا جاسکتا ہے۔ مولانا نے آئے دن چند افراد کی طرف سے اسلام کے خلاف دل آزار بیانات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بیانات نہ صرف اسلام بلکہ اس ملک کے دستور اور آئین کے بھی خلاف ہیں۔ اگر ایسی چیزوں کو نہیں روکا گیا تو یہ ملک جو ہمارا گھر ہے، برباد ہوجائے گا۔ مولانا نے صاف لفظوں میں کہا کہ ہندوستانی مسلمان کا مقصد اس ملک میں دیواریں کھڑی کرنا ہرگز نہیں ہے، لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کی دشمنی میں بولتے ہوئے آزاد ہوگئے ہیں، ان کی حرکتیں امن وامان کے لئے مضر ہیں۔

مولانا نے کہا کہ اس ملک میں مسلمانوں کی تعداد ایسی نہیں ہے کہ انہیں نظر انداز کیا جائے۔ مولانا نے کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو اس ملک میں وقتی طور پر تھوڑا نقصان پہنچے، لیکن انہیں مٹایا نہیں جاسکتا۔ مولانا نے کہا کہ مسلمان اس ملک کے امن پسند شہری ہیں، وہ ملک کو توڑنے کے نہیں، آگے لے جانے کے لئے فکر مند ہیں۔ مولانا نے مزید کہا کہ اس ملک میں جتنی بار بھی

بعض ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کی دشمنی میں بولتے ہوئے آزاد ہوگئے ہیں، ان کی حرکتیں امن وامان کے لئے مضر ہیں۔

شریعت پر حملے ہوئے، اتنی ہی مرتبہ مسلمانان وطن نے اس قانون کو مضبوطی سے تھاما ہے اور ترقی کی ہے۔ آج وقت کا تقاضہ ہے کہ ملک کے شہری آپس میں ایک دوسرے کو سمجھیں۔ مولانا نے کہا کہ مسلمان آج بھی اس ملک کو بہت کچھ دے سکتے ہیں، لیکن انہیں چین کی زندگی ملنی چاہئے۔ مسلمانوں کے حقوق کو ادا کیا جائے۔ مولانا محمد رابع حسنی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس ملک کے مسلمان صدیوں سے شہری ہیں۔ کئی شعبوں میں اس ملک نے ترقی مسلمانوں ہی کی بدولت کی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کی ان خدمات کو ملحوظ رکھا جائے۔ مولانا نے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ جمہوری اور قانونی طریقہ سے شریعت کا تحفظ کرے گا اور اس میں کسی طرح کی مفاہمت نہیں ہوگی۔ اس موقع پر امیر شریعت مفتی اشرف علی صاحب نے استقبالیہ خطاب کیا اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اجلاس سے مولانا عبدالستار یوسف شیخ سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، عبدالرحیم قریشی صاحب سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ، مولانا سلیمان سکندر رکن مسلم پرسنل لاء بورڈ نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں مولانا محمد الحسینی سجادہ نشین درگاہ بندہ نواز گلبرگہ ونائب صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ نے صدارتی خطبہ دیا۔ مولانا رابع حسنی ندوی صاحب کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ اس جلسے میں شہر کے ممتاز علمائے دین، سیاسی رہنما اور عمائدین نے شرکت کی۔ جلسہ کے آخر تک حاضرین کا جم غفیر جلسہ گاہ میں موجود رہا۔

(روزنامہ سیاست بنگلور، ۱۱ مارچ ۲۰۰۳ء)

❁ ❁ ❁

مسلم پرسنل لا بورڈ کے جلسۂ عام کی قرارداد

بنگلور۔ شہر کے عیدگاہ قدوس صاحب کے احاطہ میں آج آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جلسۂ عام میں مسلمانوں کے مختلف مسائل پر قرارداد منظور کی گئی۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے۔

''ہم مسلمانان کرناٹک اس عظیم اجتماع میں عہد واثق کرتے ہیں کہ ہم آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کو مکمل تعاون دیں گے۔ اور خاندانی امور میں اس کی ہدایات کی پابندی کریں گے۔ ہم شریعت پر جو کہ دین اسلام کا جزو لاینفک ہے، اپنی انفرادی اور عائلی زندگی میں کاربند ہونے کا عہد واثق کرتے ہیں اور ہم ان رسوم ورواجوں کو جو غیر صحت مند اور غیر اسلامی ہیں اور جو ہمارے معاشرہ میں در آئی ہیں، ختم کرنے کی مضبوط کوشش کریں گے۔ ہم اس بات کی بھی کوشش کریں گے کہ اپنے تمام خاندانی اور اجتماعی معاملات میں صداقت شعار، ایماندار، خداترس اور انصاف پسند رہیں۔

ہم مسلمانان کرناٹک اپنے ملک میں عام اخلاقی گراوٹ پر گہرے رنج کا اظہار کرتے ہیں سچائی تنگ نظرانہ اور فرقہ وارانہ مصلحتوں سے شکست کھارہی ہے۔ عدل وانصاف بے معنی ہوگئے ہیں، حقیر مفادات کے لئے عوامی اشتعال کے ذریعہ صداقت وانصاف کی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے، تشدد کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اور بعض لوگ اتنے سنگ دل ہوگئے ہیں کہ انسانوں اور دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے ہم وطنوں کے خون خرابے پر ان کے دل میں کوئی ہوک نہیں اٹھتی۔ یہ افسوس ناک صورتحال انسانی اقدار اور ہم آہنگی اور پرامن بقائے باہم کے فروغ کے لئے ایک عوامی تحریک کا تقاضہ کرتی ہے۔ ہم مسلمانان کرناٹک ایسی تحریک میں شریک ہونے اور انسانی اقدار ،انصاف، سچائی اور انسانی خون وآبرو کے احترام کے فروغ کے لئے کوشش کرنے پر آمادہ ہیں۔ ہم مسلمانان کرناٹک بابری مسجد کے قضیہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے فیصلوں کی مکمل تائید کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ قانون کا کرنے والے شہریوں کی حیثیت سے ہم اس قضیہ میں عدالت کے آخری وحتمی فیصلہ کی پابندی کریں گے، اور دوسرے فریقوں سے بھی کہتے ہیں کہ وہ عدالت کے آخری حتمی فیصلہ کو قبول کرنے کا اعلان کریں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ بابری مسجد کی جگہ پر کھدائی غیر ضروری ہے، اور اس سے قضیہ کو حل کرنے میں مدد نہیں ملے گی۔ اس کے باوجود آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی رائے کے مطابق ہم کھدائی کے کام میں شفافیت، مساوات عمل، انصاف اور سیاسی عدم مداخلت پر اصرار کی تائید کرتے ہیں اور ہمیں اعتماد ہے کہ سچائی کا بول بالا ہوگا۔'' (سیاست۔ ۱۷/۳/۲۰۰۳ء)

❁ ❁ ❁

ایک رپورٹ

انسان کی کردارسازی میں

جدید ذرائع ابلاغ اور قلم اپنا موثر کردار ادا کریں

رابطہ ادب اسلامی کے ۱۹ ویں سیمینار، بھوپال میں منظور کی گئیں تجاویز

بھوپال ۳۰ مارچ رابطہ ادب اسلامی شعبہ برصغیر اور ممالک مشرقیہ کا ۱۹ واں دو روزہ سیمینار آج رابطہ کے صدر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خطاب اور اس میں پیش کی گئیں تجویز کی منظوری کے بعد ختم ہوگیا جس میں کہا گیا کہ انسانی واخلاقی روایات میں صالح تبدیلی لانے اور انسانوں کی کردار سازی میں جدید ذرائع ابلاغ نیز قلم کا اپنا موثر کردار انجام دیں اور اس مقصد سے ذرائع ابلاغ کا زیادہ سے زیادہ استعمال بھی ہو، دوسری تجویز میں عراق کے خلاف امریکہ وبرطانیہ کی ننگی جارحیت کے خلاف شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور انسانیت کے بہی خواہوں سے اپیل کی گئی کہ وہ عراق کی ہر ممکن مدد سے دریغ نہ کریں، اپنے اختتامی خطاب میں صدر موصوف نے ادب کے گوناگوں اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اب انسانوں کی ایک ضرورت ہے، وہ انسانی فکر واحساس کو طاقت عطا کرتا ہے، ایسی طاقت جو اظہار کو موثر اور دل کش بنادیتی ہے، اسے پڑھنے اور سننے والا اگر صحیح ذوق کا مالک ہے تو وہ اس کے گھر کے اثرات کو قبول کرتا ہے، ادب کی اسی اثر آفرینی کو اگر تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ قوموں کی تقدیر بدلنے کا کام بھی انجام دیتا ہے ورنہ اس کی بے راہ روی اور غلط استعمال کے نتیجہ میں معاشرہ اُس کے منفی اثرات سے دو چار ہوجاتا ہے۔

اسی لئے ادب کی تخلیق وپیش کش میں چند باتیں نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں، ایک یہ کہ ادب کا خالق جو کہہ رہا ہے اُس پر اسے شرح صدر ہو، اُس کا احساس صحیح ہو اور جو بات وہ کہے سلجھی ہوئی ہو اور آسان ہو، اس کے لئے طرز تخاطب انتخاب اور مخاطب کا لحاظ وخیال رکھنا بھی ضروری ہے، مدعا کو اس طرح ادا کیا جائے کہ وہ بآسانی گلے اتر جائے۔

مولانا ممدوح نے عربوں کی شعر وشاعری کی اثر آفرینی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عرب شعراء اِس سے بڑے سے بڑا کام لیتے تھے، حالانکہ اُن کے ادب کو جاہلی ادب شمار کیا جاتا تھا، لیکن اِس کے تاثر کا یہ عالم تھا کہ کسی شخصیت کی تعریف میں ایک شعر کہہ دیا جائے تو وہ راتوں رات جزیرۃ العرب میں مشہور ومقبول ہوجاتا تھا اور اگر کسی کی ہجو بیان کردی جائے تو وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا تھا، یہی آج کے ادب کا حال ہے اور ادب کی اسی جادو اثری کے مثبت وموثر استعمال کے لئے ۱۹۸۱ء میں رابطہ ادب اسلامی کے قافلہ کو ترتیب دیا گیا، جس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۸۵ء میں ہوا اور اس عرصہ میں سیمیناروں کے ذریعہ جہاں معیاری ادب تخلیق ہوا، وہیں ادب کے اخلاقی واصلاحی پہلو کو نمایاں کرنے کا ادیبوں وشاعروں میں ایک داعیہ بھی پیدا ہوا اور الحمدللہ آج رابطہ کے ارکان کی سعی ومحنت سے نہ صرف برصغیر میں بلکہ افریقہ وایشیا میں یہ کارواں رواں دواں ہے، مولانا نے ۱۹ ویں سیمینار کی کامیابی پر اُس کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ کردار سازی کے جس عنوان پر اس کا انعقاد ہوا ہے اُس کا پیغام دور دور تک جائے گا۔

قبل ازیں سیمینار کے کنوینر حضرت مولانا محمد سعید مجددی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں انسانوں کے مقصد حیات کو موجودہ دور میں واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ احترام آدمیت اور احترام انسانیت اصل ہے، اِس سیمینار کے وسیلہ سے اس کے مختلف پہلو پر واضح ہوئے ہیں، جو انشاء اللہ ہماری تحریر وتقریر اور عمل پر بھی اپنے اثرات مرتب کریں گے، مندوبین کی نمائندگی کرتے ہوئے معروف عالم دین اور CIEFL حیدرآباد کے صدر شعبہ عربی پروفیسر محسن عثمانی نے سیمینار کے سلیقہ مندی سے انعقاد پر برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال اور اس کے عملے نیز دارالعلوم تاج المساجد کے ارکان کا شکریہ ادا کیا۔

شروع میں مجلس ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری اور سیمینار کے معاون کنوینر ڈاکٹر عارف جنید ندوی نے اپنی رپورٹ میں مجلس ادب اسلامی کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور اُس کے صدر محترم حضرت مولانا محمد سعید مجددی کی سرپرستی ورہبری میں جو سیمینار منعقد ہوئے اس کے عنوانات اور شرکاء کی تفصیل بھی بیان کی، اختتامی اجلاس کی نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے سیمینار میں منظور کی جانے والی تجاویز سے قبل اس کی مکمل کاروائی کا خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

رابطہ ادب اسلامی عالمی کا انیسواں سالانہ سیمینار ''انسانی کردار سازی میں اخلاقی واسلامی ادب کی خدمات'' کے موضوع پر ۲۹-۳۰ مارچ بروز سنیچر، اتوار برکت اللہ یونیورسٹی، دارالعلوم تاج

مجلس ادب اسلامی بھوپال اور مرکزی دفتر رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ کے مشترکہ تعاون سے منعقد ہوا۔

اس دوروزہ سیمینار میں پہلے دن کا افتتاحی جلسہ برکت اللہ یونیورسٹی میں منعقد ہوا، اس جلسہ کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کی، یونیورسٹی کے وائس چانسلر ایچ اے وچھانی نے اس میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی، انہوں نے صدر شعبہ عربی اور فیکلٹی کے ڈین پروفیسر محمد حسان خاں کو مبارک باد کی کہ ان کی جد وجہد اور دلچسپی سے یہ سیمینار منعقد ہوا، وائس چانسلر صاحب نے توقع ظاہر کی کہ آئندہ بھی اس طرح کے سیمینار منعقد ہوں گے۔

افتتاحی جلسہ کے بعد مقالات کی تین نشستیں بھی وہیں منعقد ہوئیں، جن میں ۱۶ مقالات پڑھے گئے، دوسرے دن کی چار نشستیں اور اختتامی جلسہ سلیمان ہال دارالعلوم تاج المساجد میں منعقد ہوا، مجموعی طور پر کل ۶۰ مقالات آئے جن میں ۶ عربی، ۱۲ انگریزی، ایک ہندی اور بقیہ اردو میں تھے، لیکن قلت وقت کی بنیاد پر صرف ۴۶ مقالات پڑھے جاسکے، ان تمام نشستوں میں ہندوستان کی یونیورسٹیوں، دانش گاہوں اور علمی وادبی مراکز سے تشریف لانے والے معزز ارکان کے علاوہ شہر بھوپال کی سرد علمی وادبی شخصیتوں نے خاصی تعداد میں شرکت کی، مندوبین کی تعداد تقریباً سو ہے۔

اس دوروزہ سیمینار میں جو مقالات پیش کئے گئے ان کے جائزے اور تجزیہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ میڈیا کے اس دور میں جدید ذرائع ابلاغ کو صدیوں سے قائم انسانی واخلاقی روایات میں تبدیلی لانے، اعلیٰ انسانی کردار کو ختم کرنے بلکہ انسانی معاشرہ کو بالکل آزاد اور کھلا معاشرہ بنادینے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، اس مقصد کے لئے سارے مادی وسائل اور تمام انسانی صلاحیتوں کو استعمال کیا جارہا ہے، خصوصاً نئی نسل کو کہانیوں، ناولوں، ڈراموں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ بگاڑنے اور بے اصول بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، دوسری طرف اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل مذاہب کے داعیوں اور کردار ساز اداروں کو بدنام کرنے اور انہیں بے اثر بنانے کی مہم چلائی جارہی ہے اور انہیں بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے، کردار کشی کے اس طوفان بلاخیز اور عالمگیر ذہنی ارتداد کا مقابلہ ہم ادیبوں، دانشوروں اور امت کے داعیوں کی خصوصی ذمہ داری ہے، ادب اور افہام وتفہیم کے ذریعہ خصوصاً ایسے نازک حالات میں پوری انسانیت کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرنا ہمارا فریضہ ہے، خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ فن وادب اور تہذیب وثقافت کے علمبرداروں نے اپنے ملک کے سارے وسائل کو انسانیت کے خلاف برہنہ جارحیت پر صَرف کردیا ہے، اور عقل ومنطق کے تمام اصولوں کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے، اور پوری دنیا کو تباہی کے ڈھلوان راستہ پر ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

۱- ان حالات میں یہ اجلاس تمام ادیبوں اور دانشوروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود اعلیٰ انسانی کردار اور اخلاقی قدروں کا نمونہ پیش کریں بلکہ اپنی طاقتور تحریروں کے ذریعہ ان اعلیٰ انسانی کردار اور کتابوں کو نمایاں کرکے نئی نسلوں کے سامنے لائیں جنھوں نے اپنے کردار ساز کارناموں سے نہ صرف انسانی معاشرہ کی ہر دور میں رہنمائی کی بلکہ اس کو زندگی اور توانائی دی اور حوصلہ وہمت بھی عطا کی۔

۲- اس بنیادی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں جدید ذرائع ابلاغ سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے، نئی نسل کی ذہنی واخلاقی تربیت کے لئے دلچسپ کہانیوں ڈراموں، ناولوں اور ان تمام جدید ترین اسالیب تربیت سے کام لینا چاہئے، جو انسانی دل ودماغ کو جلد متاثر کرنے کی اپنے اندر زبردست قوت وصلاحیت رکھتے ہیں۔

۳- اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں زیر تعلیم طلبہ کی سیرت وکردار کی تشکیل اور اعلیٰ اخلاقی قدروں سے محبت ان کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے وہ مضامین پڑھائے جائیں یا ان کا مطالعہ کرایا جائے جن میں ایسے نمونے جمع کئے گئے ہوں، ایسا ایثار وقربانی، انسانی ہمدردی، باہمی تعاون اور اخوت ومحبت کے جذبات کو انسانی معاشرے میں عام کرنے میں ان سے مدد ملے۔

۴- اس مقصد سے رابطۂ ادب اسلامی کے ذریعہ ادب اطفال کے موضوع پر انعامی مقابلے منعقد کرائے، جائیں مختلف زبانوں میں ایسی کتابیں تیار کرائی جائیں جو نئی نسل کی کردار سازی میں قندیل ایمانی کا کام کرے۔

۵- یہ اجلاس عراق کے خلاف امریکہ وبرطانیہ کی ننگی جارحیت کے خلاف اپنے شدید غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے، اور تمام دانشوروں، ادیبوں اور انسانیت کے بہی خواہوں سے پُرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ عراق کے لئے دامے، درمے قدمے، سخنے مدد سے دریغ نہ کریں، اور جارحیت پسند ملک کے ظالم حکمرانوں کے خلاف مہم چلائیں، تاکہ لوگ ظالموں سے نفرت اور ظلم سے گھن کرنے لگیں۔

۶- یہ اجلاس اس سیمینار کے داعیوں کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے نازک حالات میں ایسے موضوع پر اجلاس بلایا جو وقت کی آواز، حالات کا تقاضا ہے۔

۷- یہ اجلاس برکت اللہ یونیورسٹی، دارالعلوم تاج المساجد، مجلس ادب اسلامی، سلمان اکیڈمی صدر دفتر رابطۂ ادب اسلامی کا شکر گذار ہے خصوصاً برکت اللہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، رجسٹرار کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ یونیورسٹی نے اس طرح کے سمینار اپنے کیمپس میں نہ صرف منعقد کرنے کی اجازت دی بلکہ مندوبین کی ضیافت بھی کی، یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے صدر اور فیکلٹی کے ڈین ڈاکٹر پروفیسر محمد حسان خان کا شکریہ جنھوں نے اپنی سرگرم جد وجہد سے اپنے نامور والد اور جلیل القدر عالم وداعی مولانا محمد عمران خان صاحب کی یاد تازہ کردی، جن کی ذات ایسے دعوتی اور علمی کاموں میں پیش پیش رہا کرتی تھی، شعبۂ عربی کے اساتذہ، طلباء اور کارکنوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنھوں نے سیمینار کی تنظیم اور راحت رسانی کی پوری کوشش کی۔

۸- یہ اجلاس دارالعلوم تاج المساجد کے امیر مولانا محمد سعید میاں مجددی کا خصوصی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، جنھوں نے بہ نفس نفیس تمام کاموں کی نگرانی فرمائی اور شب وروز خود کھڑے ہوکر ہدایات دیں، دارالعلوم کے اساتذہ، طلباء اور تمام کارکنوں اور مجلس ادب اسلامی کے سکریٹری ڈاکٹر محمد عارف جنید کا خلوص دل سے شکریہ خصوصاً بھوپال کے ان مخلصین ومعاونین کا شکریہ جنھوں نے اس اجلاس کے مندوبین اور شرکاء کی بڑی فیاضی سے ضیافت کی، بھوپال کے صحافیوں اور میڈیا کا شکریہ کہ اس نے بڑی دلچسپی سے تمام جلسوں کی رپورٹنگ کی، اور نمایاں طریقہ سے ان کو شائع کیا، جناب عارف حسن اور پرویز حسن صاحبان کا شکریہ جنھوں نے روزنامہ 'ندیم' کی کاپیاں مندوبین کو دو دن تک فراہم کیں، اور اس میں سیمینار سے متعلق اشاعت کے لئے ایڈیٹر جناب قمر اشفاق کا بھی شکریہ۔

۹- یہ اجلاس رابطۂ ادب اسلامی کے فعال ومرگرم مخلص اپنے دو ارکان مولانا محمد لقمان خان ندوی اور پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی کے اچانک وصال پر ان کے خاندان اور علمی وادبی ودینی حلقوں سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نقصان کی تلافی فرمائے، اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

تجاویز کمیٹی جن ارکان پر مشتمل تھی ان کے اسمائے گرامی ہیں، مولانا نذر الحفیظ ندوی، (کنوینر) اور ممبران میں مولانا سید محمود الحسن ندوی، مولانا اجتباء ندوی، ڈاکٹر محمد عارف جنید ندوی، مولانا سید واضح رشید ندوی اور پروفیسر محمد حسان خان صاحب شامل ہیں۔

وہ مقامات جہاں سے مندوبین آئے، ان میں لکھنؤ، بھوپال، دہلی، علی گڑھ، گجرات، اندور، ممبئی، حیدرآباد، ودیشہ، سرونج، بھٹکل، رائے بریلی، گل گاؤں، ناگ پور، اعظم گڑھ، کلکتہ، اجین کے نام قابل ذکر ہیں اسی طرح، مدارس وجامعات میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، دارالعلوم تاج المساجد، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی، سینٹرل یونیورسٹی حیدرآباد، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی، گجرات کے علاوہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد جامعہ فلاح دارین، جامعۃ الفلاح اندور، دارالمصنفین اعظم گڑھ، دارعرفات رائے بریلی، برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال، مجلس ادب اسلامی بھوپال شامل ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ندیم بھوپال)

کاروان رفتگاں

☆ جناب شاہد حسین صاحب (دفتر نظامت ندوۃ العلماء) کی اطلاع کے مطابق پروفیسر انیس چشتی صاحب (پونہ) کی اہلیہ کا وصال ہوگیا ہے، وہ پونا کے ایک جونیر کالج کی وائس پرنسپل تھیں، مرحومہ حضرت مفکر اسلام اور حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ العالی کی ارادت مند تھیں، چشتی صاحب کے غم میں ادارہ شریک ہے اور ان سے اظہار تعزیت کرتا ہے، نیز قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا عمیس صاحب ندوی کا نہستا کھیلتا شیر خوار بچہ گذشتہ دنوں اللہ کو پیارا ہوگیا، اللہ تعالیٰ جانے والے کو اس کے والدین کے لئے توشۂ آخرت بنائے اور انہیں صبر جمیل بخشے۔

خلاصۃ التفسیر

(افاداتِ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ)

مولانا احمد عبید الرحمٰن صدیقی صاحب (دارالتفسیر نظارۃ المعارف، پشاور پاکستان) نے اپنے ایک گرامی نامہ میں یہ اطلاع دی ہے کہ موصوف نے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے درس قرآن کے افادات کو افادۂ عام کی غرض سے شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔

مولانا احمد عبید الرحمٰن صدیقی مدظلہ نے بھی حضرت لاہوریؒ سے استفادہ کیا ہے، دینی وعلمی دنیا کے لئے یہ بڑی مسرت کی بات ہوگی کہ حضرت لاہوریؒ کے تفسیری نکات اور افادات منظر عام پر آجائیں۔ مرتب موصوف ''خلاصۃ التفسیر'' میں شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستیؒ کے افادات کو بھی شامل اشاعت کررہے ہیں، خدا کرے کہ مولانا موصوف کی یہ کاوش اہل فکر ونظر اور خصوصاً علوم قرآن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک بیش قیمت علمی تحفہ ثابت ہو۔

Shop: 260890
Resi: 269562
MOHD. IRFAN
PROPRIETOR
NEW KAREEM JEWELLERS
نیو کریم جویلرس
دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736
2500667
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر : محمد اسلم
Haji Safiullah
Jewellers
Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

مئو کا بنا تیز اثردار افضلس نورانی تیل
لیبل وکیپ پر AFZALS
اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ، ورم، سردی کے امراض نیز جوؤں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خفقہ کھاسی، نزلہ وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے۔
INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan- Mau- 275101 (U.P.)

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے
بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں اپنے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید فوراً مل جائے گی

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام
شائع ہونے والے رسائل ومجلات ایک نظر میں

	رسائل	سن آغاز	زرِ تعاون	
۱	ماہنامہ الرائد (عربی)	۱۹۵۶ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۲	ماہنامہ الضیاء (عربی)	۱۹۵۸ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۳	ماہنامہ تعمیر حیات (اردو)	۱۹۶۱ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۴	سہ ماہی فکر ونظر (اردو)	۱۹۶۳ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۵	ہندی ماہنامہ سپار ارای	۲۰۰۱ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر

ان رسائل ومجلات کے ساتھ آپ کا تعاون فکر کی تعمیر اور شعور کی تربیت کے مشن میں تعاون ہوگا۔
خط وکتابت کا پتہ : پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ

امین الدین شجاع الدین

حالات کی شدّت نے مسلمانوں کے شعور کو بیدار تو کیا ہے!

حالات اور رفتارِ زمانہ پر جن کی نگاہ ہے ان کا احساس ہے کہ ادھر چند برسوں سے الحمدللہ ہندوستان کے مسلمانوں کے طرزِ عمل اور طرزِ فکر میں مثبت تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، مثال کے طور پر ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ سہل انگاری مسلمانوں کی ایک خصوصیت اور کمزوری سمجھی جاتی تھی —— چنانچہ اپنے مذموم مقاصد کی برآوری کے لئے مسلمانوں کو اشتعال دلایا جاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کو خاک وخون میں نہلا دیا جاتا —— ان دنوں بھی ایک طبقہ مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کررہا ہے، مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی وقتاً فوقتاً کوششیں ہورہی ہیں، لیکن اسے مسلمانوں کی ہوش مندی اور حکمت عملی ہی کہا جائے گا کہ وہ اشتعال انگیزی پر کسی ایسے ردِعمل سے گریز کررہے ہیں جو خود ان کے حق میں نقصان دہ ہو اور اپنے حریف کے لئے سودمند ثابت ہو ——

ان دنوں مسلمانوں کا طرزِ عمل اعراض کا ہے، "وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ" کا ہے، شرپسندوں کو Ignore کرنے کا ہے، مسلمانوں کو برا بھلا کہنے اور انہیں غصہ دلانے کا عمل ایسا ہے جیسے کسی کو اس نیت سے گالی دی جائے کہ وہ بھی جواب میں گالی دے اور اس طرح شر وفتنہ کو پھیلانے کا بہانہ ہاتھ آجائے، —— گالی کا جواب نہ دینا بزدلی کا عمل نہیں ہے بلکہ ہوش مندی کے ساتھ اپنے حریف کی چال کو ناکام بنادینا ہے —— مسلمان جن تھپیڑوں اور طوفانوں سے گزر رہا ہے اور اس کے سامنے ماضی میں اپنی سہل انگاری کے جو تلخ اور تباہ کن نتائج ہیں، ان نتائج کا احساس صرف خواص ہی کو نہیں، بلکہ عوام کو بھی ہوچلا ہے —— ملت میں اپنی توانائیوں کو تعمیری ومثبت رخ دینے کا رجحان پیدا ہوا ہے، الحمدللہ اس کے مظاہر بھی ہندوستان کے بعض علاقوں میں سامنے آنے لگے ہیں اور تعلیمی اور دینی ودعوتی میدانوں میں پیش رفت ہوئی ہے۔

سہل انگاری ایک عارضی وہنگامی اور وقتی وجذباتی کیفیت کا نام ہے، جبکہ اس کے مقابل حقیقت پسندی ایک بڑا صبر آزما کام ہے —— جب انسان حقیقت پسندی سے کام لیتا ہے تو اس کی نگاہ دشمن کی چالوں اور سازشوں پر ہی نہیں ہوتی بلکہ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر بھی ہوتی ہے دشمن کو کوس لینا اور اسے برا بھلا کہہ لینا ایک آسان عمل ہے، جبکہ اپنی کمزوریوں کا احتساب اور جائزہ ایک تلخ کام ہے جس کے لئے حوصلہ چاہئے —— اس لحاظ سے ملت کا سہل انگاری سے اجتناب ایک خوش آئند پہلو ہے اور اسے شعور کی بیداری قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۸۵۷ء کا غدر، ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا بٹوارہ اور ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ —— قریب کے زمانہ کے ان تین واقعات وحادثات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں پر سخت سے سخت حالات آتے رہے، ان کے سروں سے طوفان گزرتے رہے لیکن مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی رہی جس نے حوصلہ نہیں ہارا اور حکمتِ عملی نیز ہوشمندی ومنصوبہ بندی کے ساتھ طوفان کے رُخ کو پھیر دینے کی کوششوں میں لگی رہی —— ان کوششوں کے محاذ مختلف تھے اور ہیں مثلاً وجود وبقاء اور Survival کا محاذ، تشخص، تعلیم، اقتصاد، دعوت وتبلیغ کے محاذ اور ہوش مندی کے ساتھ تقسیم کار اور ترجیحات کے نقشے نیز Long Term اور Short Term پروگرام کے عملی خاکے وغیرہ۔

ظاہر بات ہے کہ یہ کام اجتماعی نوعیت کے ہیں، جس دین میں امت کو گاہے بگاہے اجتماعیت کا سبق پڑھایا گیا ہو، اس امت کے انتشار سے متعلق ایک دردمندانہ تاثر یہ ہے کہ "اس امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ متفق نہیں ہوگی" لیکن الحمدللہ اس سمت میں بھی مثبت تبدیلیوں کے آثار پیدا ہوچلے ہیں، "انتشار سے اتحاد کی طرف رخ" کا سہرا چاہے تھپیڑوں اور طوفانوں اور حالات کی برہمی وسختی ہی کو کیوں نہ جاتا ہو، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس رخ پر سوچنے کا رجحان پیدا ضرور ہوا ہے جو ملت کے لئے خوش آئند ہے، ملت میں یہ احساس جاگ رہا ہے کہ اس کے سر سے جو طوفان گزر رہا ہے وہ طوفان مسلمانوں ہی کو بہالے جانا چاہتا ہے، اس طوفان کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اس مسلمان کا مسلک کیا ہے، یا کس جماعت یا جمعیت سے اس کا تعلق ہے، یا کس حلقہ یا مکتب فکر سے وہ متعلق ہے — تقسیم در تقسیم کے اس عمل نے ملت کو نیم جاں کردیا، حالات کی سختی کو آفریں کہئے کہ اس نے ملت کو اپنے اپنے گھروندوں سے باہر آنے اور اپنے اندر "اُمت پنا" کی صلاحیت وکیفیت پیدا کرنے کی طرف متوجہ تو کیا۔ تلخ نوائی معاف! ملت کو اپنے کو قائم رکھنے اور بقاء وتحفظ کے لئے "امت پنا" کی قوت وصلاحیت کی پناہ لینی پڑے گی، اور ان بتوں کو توڑنا پڑے گا جو وحدتِ امت کی راہ میں حائل ہیں۔

اجتماعیت کیسے قائم ہوتی ہے؟ سمع وطاعت کے جذبہ سے، ایثار وقربانی اور رواداری کے حوصلہ سے!! اس میں کبھی اپنا گھوڑا پیچھے بھی لینا پڑتا ہے! خدا کا شکر ہے کہ علی العموم ملت کے بیدار مغز اور باخبر طبقہ میں بھی اجتماعیت کا احساس پیدا ہوچلا ہے —— یہ وہ طبقہ ہے جس کو "جاگا ہوا" طبقہ کہا جاسکتا ہے — کہا جاتا ہے کہ سوئے ہوئے کو جگانا آسان ہے، مگر جاگتے ہوئے کو آخر کیسے جگایا جائے لیکن حالات کی شدت کو آفریں کہ ابتلا وآزمائش نے ان جاگتے ہوؤں کو بھی جھنجھوڑا ضرور ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورش ویلغار اتنی سخت ہے کہ اس نے بڑی حد تک مسلمانوں کو اس کا احساس دلایا ہے کہ اگر اس موقع پر ہم نے وحدت کلمہ کی بنیاد پر صف بندی نہیں کی تو ہماری ناعاقبت اندیشی کا مؤرخ سر پیٹے گا —

حاصل کلام یہ کہ حالات کی شدت کی بدولت مسلمانوں کی عوام وخواص دونوں طبقوں میں شعور جاگا ہے، اور مسائل کا ادراک پیدا ہوا ہے، وہ نوشتۂ دیوار کو پڑھنے لگے ہیں اور اپنے دانا ونادان دوستوں میں تمیز کرنے کی صلاحیت بھی ان میں پیدا ہوچلی ہے —— اور قوموں کے رویہ طرزِ عمل اور طرزِ فکر میں مثبت اور تعمیری تبدیلی کسی بڑے اور خوشگوار انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے!

شعور کی بیداری کی سمت جو ہلکی اور دھیمی پیش رفت دکھائی دے رہی ہے، اسے محسوس کرنے اور دوسروں کو بھی محسوس کرانے کی ضرورت ہے، مطلع ابر آلود ضرور ہے مگر بیداریٔ شعور کا ہلال نمودار ہوا تو ہے! اس کی نشاندہی کی ضرورت ہے، یہ ہلال "کل کے بدر کامل" کی نوید سنا رہا ہے!!! —— اللہ کی رحمت سے کچھ بھی بعید نہیں!!!